سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۰۷

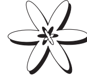
حقوق الوالدین




شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشنِ اقبال، کراچی پاکستان
www.khanqah.org





بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نیازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: حقوق الوالدین

نامِ واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دَامَ ظِلُّھُمْ عَلَیْنَا اِلٰی مِئَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً

تاریخِ وعظ: ۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ

مقامِ وعظ: جامع مسجد اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

موضوع: والدین کا مرتبہ اور ان کے حقوق

مرتّب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا مدظلہم العالی

اشاعتِ ثانی: ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ، فروری ۲۰۱۳ء

تعداد: ۲۲۰۰

ناشِر: کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

☆......☆......☆......☆

ہونٹوں پہ ان کے مونچھ ہے، گالوں پہ ڈاڑھیاں
اب ختم ہیں سب عشق و جنوں کی کہانیاں
پٹری ہی جب اکھڑ گئی حسن و جمال کی
اب کس طرح چلیں گی محبت کی گاڑیاں
جو تھے شگفتہ و تر و تازہ بہ شکلِ گل
دورِ خزاں میں اب ہیں وہ کانٹوں کی جھاڑیاں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست

عنوانات | **صفحہ نمبر**

☆......☆......☆......☆

پیشِ لفظ

مرشدی و مولائی، محبی و محبوبی، مجدد و غوثِ زماں شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم والطافہم کا یہ وعظ مسمّٰی بہ ''حقوق الوالدین'' ۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۹۱؁ء بروز جمعہ جامع مسجد اشرف میں ہوا، اس وعظ میں حضرت والا نے آیت وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا...الخ کی تشریح اپنے خاص عالمانہ وعارفانہ وعاشقانہ انداز میں بیان فرمائی اور آیت ھٰذا میں والدین کی عظمت، ان کے حقوق اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک پر اللہ تعالیٰ کے ارشاداتِ عالیہ کو مفصل بیان فرمایا۔ نیز اس وعظ میں حضرت والا کے ایک مطبوعہ وعظ ''عزیز واقارب کے حقوق'' میں سے بھی کچھ حصہ بعض ضروری توضیحات کے ساتھ بغرضِ جامعیت شامل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وعظ کو قیامت تک امت کے لئے نافع فرمائیں اور حضرت والا دامت برکاتہم کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائیں اور حضرت والا دامت برکاتہم کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تا حیات قائم رکھیں، آمین۔

احقر سید عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ

خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتہم

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۴؁ھ مطابق ۲۳ جنوری ۲۰۱۳؁ء

اشاعتِ ثانی: اس اشاعتِ ثانی میں حضرت والا دامت برکاتہم کا ایک اور وعظ بطورِ ضمیمہ کے شامل کیا گیا ہے، جو ۹ ذوالحجہ ۱۴۲۲؁ھ، مطابق ۱۴ مارچ ۲۰۰۲؁ء بروز جمعرات ہوا۔ اس وعظ میں آیت رَبِّ ارْحَمْهُمَا... الخ کے انوکھے لطائف و معارف بیان ہوئے، جو اس سے پہلے کہیں سننے میں نہ آئے تھے۔

احقر میرؔ عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۳۴؁ھ، ۱۹ فروری ۲۰۱۳؁ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حقوق الوالدین

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ. بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُھُمَاۤ اَوۡ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّھُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡھَرۡھُمَا وَقُلۡ لَّھُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا وَاخۡفِضۡ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ اِنۡ تَکُوۡنُوۡا صٰلِحِیۡنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلۡاَوَّابِیۡنَ غَفُوۡرًا

(سورۃ بنی اسرائیل، آیۃ: ۲۳تا۲۵)

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرماں برداری جائز نہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ﴾

تیرے رب نے حکم نافذ فرمادیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، یعنی جیسی اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں رکھتے ہو اور اس سے محبت کرتے ہو اللہ کے علاوہ کسی اور کی ویسی تعظیم اور محبت مت کرو، چاہے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر کسی بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہیں لیکن ماں باپ ناخوش ہیں، مثلاً ماں باپ کہتے ہیں کہ تم کو حرام ذریعۂ آمدنی اختیار کرنا ہوگا اور حرام کمائی کرنی پڑے گی، رشوت لینی پڑے گی، ٹیلی ویژن دیکھنا پڑے گا، وی سی آر دیکھنا پڑے گا۔ ابّا امّاں جنہوں نے تم کو پالا ہے اگر وہ کہیں کہ جب ہم ٹیلی ویژن پر بیٹھیں گے تو تمہیں بھی ٹیلی ویژن پر بیٹھنا پڑے گا ورنہ گھر سے نکال دیں گے تو اولاد اگر

مومن ہے اور صاحبِ تقویٰ ہے تو اس پر فرض ہے کہ ایسے ماں باپ سے کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں آپ کا ساتھ نہیں دوں گا، پھر اگر وہ نکال دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی وافی ہیں:

﴿اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ﴾

(سورۃ الزمر، اٰیۃ: ۳۶)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ اسی طریقے سے اگر نفس کسی گناہ کا کہہ رہا ہو کہ یہ گناہ کرلے تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نفس کی بات نہ مانیں، چونکہ ماں باپ تو پھر بھی ہمارے خیرخواہ اور محسن ہیں لیکن نفس نے تم پر کون سا احسان کیا ہے؟ ہمیشہ جوتے سے پٹوایا ہے۔

اتباعِ نفس میں صرف ذلت وخواری ہے

نفس نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کے اعمال میں مبتلا کیا ہے، نفس نے ہمیشہ ذلت وخواری کا راستہ دکھایا ہے، نفس نے تم کو اختلاجِ قلب میں مبتلا کیا ہے، جس میں دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے اور عرقِ بیدِ مشک اور خمیرۂ مروارید چٹوایا ہے۔ جو نفس کی بات مانتا ہے وہ سوائے ذلت وخواری کے کچھ نہیں پاتا، لہٰذا کبھی نفسِ دشمن سے توقع نہ رکھئے کہ وہ آپ کو دنیا میں یا آخرت میں کچھ فائدہ دے گا۔ جس دشمن کو اللہ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان دشمن فرمادیا اس دشمن کو دشمن نہ ماننا کیا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعتقادی نافرمانی نہیں ہے؟ جس نفس کو اللہ تعالیٰ دشمن فرمائیں اس نفس کی بات ہم مانیں اور اس کو دشمن نہ سمجھیں بلکہ نفس کو لئے ہوئے حرام لذت درآمد کرنے کے لیے سڑکوں پر اور فائیو اسٹار ہوٹلوں میں اور اِدھر اُدھر پاگل کتے کی طرح پھریں، کیا یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا ہورہا ہے؟ یا اپنے کتے پن کا حق ادا ہورہا ہے۔ آہ! مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر سگی کردیم اے شیر آفریں!
شیر را مگمار بر ما زیں کمیں

اے خدا! اگرچہ ہم نے کتا پن کیا، نفس کی بات مانی اور آپ کی نافرمانی سے حرام لذت کی درآمدات کیں لیکن آپ شیر پیدا کرنے والے ہیں، ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کمین گاہ میں آپ اپنے شیروں کو ہمارے کتے پن پر، ہمارے نفس پر مسلط نہ فرمایئے، کیا مطلب؟ کہ انتقام نہ لیجیے، کیونکہ جب خدائے تعالیٰ انتقام لیتا ہے تو ان اگر مگر والوں کو پتا چل جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ کیا کریں صاحب! گناہوں کی پرانی عادت ہے، چھوٹتی نہیں ہے۔ ارے! ہمت سے کام لو، پرانی عادت تو ہے لیکن جب اللہ پکڑے گا تو پرانی عادت اس وقت فوراً چھوٹ جائے گی۔ اگر کوئی بدنظری کا پچاس سال سے مریض ہے اور خدائے تعالیٰ اس کو بلڈ کینسر یا کینسر میں مبتلا کردیں یا اس کے گردے خراب ہوجائیں اور اس وقت اس کا سارا خون نکالا جائے اور باہر مشین میں فلٹر کرکے پھر چڑھایا جائے اور ڈاکٹر کہہ دیں کہ اب تُو نہیں بچے گا اس وقت اس سے پوچھو: اب معشوق لاؤں یا صحت چاہیے؟ اللہ تعالیٰ کے اس انتقام کا انتظار مت کرو، جلدی سے توبہ کرکے اپنے مالک کو راضی کرلو، یہ احمقانہ روش ہے کہ ایسے صاحبِ قدرت کے غضب کو، قہر کو ہم اپنے اوپر حلال کریں اور نفسِ خبیث دشمن کو خوش کریں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے موقع پر ایک شعر کہا کرتے تھے ؎

بقولِ دشمناں پیمانِ دوست بشکستی

بقولِ دشمناں، دشمن کے کہنے سے یعنی نفس و شیطان کے کہنے سے تم نے اللہ تعالیٰ کے، اپنے مولیٰ کے عہد و پیمان کو توڑ دیا۔

ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

اے ظالم! بے وقوف! گدھے! کمینے! بے غیرت شخص! ذرا سوچ کہ تو نے کس

سے توڑا اور کس سے جوڑا؟ اپنے پیدا کرنے والے سے توڑا، اپنے محسن اور پالنے والے سے رشتہ توڑا اور تو نے نفس وشیطان سے رشتہ جوڑ کر، ان کو خوش کر کے حرام لذت سے لعنت و پھٹکار اپنے چہرے پر، آنکھوں پر، دل پر برسالی۔

نظر باز کے چہرے پر لعنت برستی ہے

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو شخص بدنظری کرے یا کسی بھی گناہ میں مبتلا ہو پھر آئینہ دیکھے تو اس کے چہرے پر رونق اور نور نہیں ہوگا، اس کی آنکھوں سے لعنت برستی ہوگی۔ کوئی تو بات تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص بدنظری کر کے آیا، آپ نے اسے دیکھ کے فرمایا:

مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَّتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِہِمُ الزِّنَا

کیا حال ہے ایسی قوموں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ اللہ والوں کا ادراک اور ان کا تھرمامیٹر بہت نازک اور حساس ہوتا ہے، اسی لیے بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب اپنے شیخ کے پاس جاؤ یا کسی اور اللہ والے سے ملو تو پہلے توبہ و استغفار کر کے اپنی آنکھوں کی لعنتوں کو دور کرلو، جن کو بدنظری کی عادت ہے وہ توبہ واستغفار کر کے اپنے چہرے کو بارونق بنالیں، ایسا نہ ہو کہ ان کی نگاہ پڑے اور انہیں اذیت پہنچے اور ان کو ادراک ہوجائے کہ یہ کم بخت اپنی نگاہیں کہیں خراب کر کے آیا ہے۔

اللہ والوں کی شانِ رحمت ومحبت

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات ''حسنُ العزیز'' میں فرمایا کہ ایک بزرگ تھے، ان کے پاس ایک کتا آیا کرتا تھا، اس کا نام کلوا تھا، وہ کالے رنگ کا تھا۔ کچھ دن کے لیے وہ کلوا کتا غائب ہوگیا تو انہوں نے اپنے مریدین سے پوچھا: بھائی! کلوا کتا کہاں گیا؟ آج کل آنہیں رہا ہے۔

دیکھو! اللہ والے جانوروں تک کو پوچھتے ہیں، یہ مت سوچو کہ اللہ والے سخت دل ہوتے ہیں، اللہ والے انتہائی رحمت کی شان رکھتے ہیں مگر جب کسی کو دیکھتے ہیں کہ یہ ظالم ہماری قدر نہیں کرتا، اللہ کے راستے کا حق ادا نہیں کرتا تو دکھ کی وجہ سے کبھی کچھ سختی وشدت ان کے لہجہ میں آجاتی ہے۔

تو جب انہوں نے کلوے کتے کے بارے میں پوچھا تو مریدوں کا بھی کیا کہنا، یہ مریدوں کی قوم بھی شیخ کی دیوانی ہوتی ہے، فوراً تلاش کرنا شروع کردیا کہ آہ! شیخ نے پوچھا ہے، بھئی! مرید کو عشق ہوتا ہے، یہ سلسلۂ مبارک کی برکت ہے کہ مرید کو شیخ سے اور شیخ کو مرید سے انتہائی محبت ہوتی ہے۔ اب یہیں دیکھ لیجئے کہ ابھی اذان بھی نہیں ہوئی، بارہ بھی نہیں بجے لیکن اتنے سارے دوست جمع ہوگئے، آخر اتنا بڑا اجتماع کیوں ہوتا ہے؟ اسی محبت اور سلسلہ کی برکت سے، ورنہ کہیں اور ایک گھنٹہ پہلے، دو گھنٹہ پہلے بلا کر دیکھو، یہ اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانے کی برکت ہے۔

اللہ کے لئے محبت اللہ والا بنادیتی ہے

اور اللہ کے نامِ پاک پر، اللہ کے لئے آپس میں جو محبت کا سلسلہ اور ذریعہ ہے تو یہ آپس میں اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھنا بہت بڑی نعمت ہے اور یہ نعمت ایسی ہے کہ یہ اللہ میاں کی محبت دلادیتی ہے، بلکہ اللہ کے ذمہ اپنی محبت کو عطا کرنا احساناً واجب ہوجاتا ہے، جو لوگ آپس میں اللہ کے لیے بیٹھتے ہیں، اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں، اللہ کے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اللہ کے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت عطا فرمادیتے ہیں۔

تو مریدوں نے اس کتے کو تلاش کرلیا، دیکھا کہ وہ ایک کتیا کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے، بس پھر جا کر شیخ سے کہا: حضور! وہ کلوا کتا جو آپ کی مجلس میں آتا تھا آج کل ایک کتیا کے چکر میں پڑا ہوا ہے، اسی کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے۔ کئی

دن کے بعد جب کلوا کتا آیا تو شیخ نے ڈانٹ کر فرمایا: اے کلوے! تجھے شرم نہیں آتی، تُو تو میری مجلس میں آتا تھا، اللہ کی باتیں سنتا تھا پھر بھی تو نے مجھ کو چھوڑ کر غیروں سے دل لگالیا۔ حکیم الامت مجد دِملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بس! وہ کتا نکلا اور ایک نالی میں منہ رکھ کر مر گیا، مارے حیا اور شرم کے جان دے دی۔

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

جانوروں کو بھی حیا آتی ہے۔ کاش! ہمیں شرم وحیا آجائے کہ ہم اپنے بزرگوں کی مرضی اور راستہ کے خلاف، ان کے علاج وتجویز کے خلاف کرتے ہوئے بدنظری کرنے اور دل کو غیر اللہ کے حوالے کرنے سے بچیں، چوری چھپے بھی ان بے حیائیوں سے بچیں۔ آخر اس کتے کو حیا آئی کہ نہیں آئی؟ جان دے دی اس نے مارے حیا کے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی نگاہ کی کرامت

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے، جنہوں نے چودہ سال میں تفسیر موضح القرآن لکھی اور جس پتھر پر کہنی رکھ کر لکھتے تھے اس پتھر پر نشان پڑ گئے تھے۔ ایک دن دہلی کی مسجد فتح پوری میں عبادت کررہے تھے کہ بی بی صاحبہ نے پیغام بھیجا کہ کچھ کام ہے تو اچانک کئی گھنٹے عبادت وتلاوت اور ذکر اللہ کرنے کے بعد اشکبار آنکھوں کے ساتھ باہر نکلے، اس حالت میں نکلے کہ آنکھوں میں وہ آنسو تھے جو خدا کے لیے نکلے ہوئے تھے، جن کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی مری چشمِ پُر آب میں

یعنی جو آنسو اللہ کے لیے آنکھ میں آتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی تجلی، اس کے جلوے بھی ہوتے ہیں۔تو ایک کتا دہلی میں فتح پوری مسجد کے سامنے دروازے پر بیٹھا تھا، شیخ کی ایک بھرپور نظر اس پر پڑ گئی، حکیم الامت مجدد الملت تھانویؒ جیسا ثقہ راوی کہتا ہے کہ یہ واقعہ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ وہ کتا جہاں جاتا تھا دہلی کے سارے کتے اس کے پاس ادب سے بیٹھ جاتے تھے، ہنس کر فرمایا کہ ایک نظر میں کتوں کا پیر بن گیا اور پھر ایک آہ کھینچی کہ آہ! جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے ان کی نگاہوں سے انسان کیسے محروم رہے گا؟ بشرطیکہ وہی اخلاص ہو کہ شیخ کے آگے اپنی رائے کو فنا کر دے، اپنی رائے کو مٹا دے۔تو شاہ عبد القادر صاحبؒ کی نگاہ نے کیسا اثر کیا، وہ بہت بڑے ولی اللہ تھے اور ان کے دوسرے بھائی بھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحب زادے تھے، اور چاروں ولی اللہ تھے، شاہ رفیع الدین صاحب، شاہ عبد العزیز صاحب، شاہ عبد القادر صاحب، شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔میں نے دلی میں چاروں بزرگوں کی قبروں کی زیارت کی ہے۔

عشق و محبت کا تقاضا

اور شاہ عبد الغنی صاحب دہلویؒ کے بیٹے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بالاکوٹ میں اللہ تعالیٰ پر اپنی جان قربان کی، میں نے ان کی قبر کی بھی زیارت کی ہے، ان کے سرہانے جو پتھر لگا ہے اس پر یہ شعر لکھا ہے ؎

خونِ خود را بر کہہ و کہسار ریخت

یہ شاہزادہ، شاہ ولی اللہ کا پوتا، اس نے دہلی سے چل کر اپنے خون کو اللہ کی محبت میں بالاکوٹ کے پہاڑوں کے تنکوں اور گھاس پر بکھیر دیا، اس کو عشق کہتے ہیں، عشق چوڑی پہننے کا نام نہیں ہے کہ کیا کہیں صاحب! گناہوں کی عادت چھوٹتی

نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو حیا اور شرم عطا فرمائے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ پڑھا کرتے تھے ؎

کارِ مرداں روشنی و گرمی است

کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

مردوں کا کام روشنی اور گرمی ہے اور کمینے لوگوں کا کام حیلہ بازی اور بے شرمی و بے حیائی ہے۔ اپنی نالائقیوں پر شیخ کے سامنے اگر مگر لگانا کہ یہ تھا وہ تھا، میرا یہ ارادہ تھا، میرا وہ ارادہ تھا حیلہ بازی اور بے شرمی ہے، اللہ تعالیٰ سے روشنی اور گرمی مانگو، اگر مگر سے اللہ والوں کا دل، ان کے غلاموں کا دل صاف نہیں ہوتا، وہ خوب پہچانتے ہیں کہ اس کے اندر کتنی وفاداری ہے، وفاداری خالی اس کا نام نہیں ہے کہ کوئی چائے پلادے، پیر دبادے اور سر میں تیل کی مالش کردے اور کوئی شیخ کی غیبت کرے تو اس کو دو تھپڑ ماردے۔ وفاداری یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں وفاداری کا جو عہد کیا ہے اس کو نہ توڑو، یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ ناراض مت کرو، یہ ہے پیری مریدی کا عہد۔ جو اپنے اللہ کو ایک سانس بھی ناراض نہ کرے اور جذبہ اور عزمِ مصمم رکھے کہ جان دے دیں گے لیکن آپ کو ناراض نہیں کریں گے تو یہ ہے وفادار مرید اور اگر مرید میں یہ جذبہ نہیں ہے تو یہ مرید بے وفا ہے۔ جو اللہ کا بے وفا ہے، وہ شیخ کا بھی بے وفا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ وہ دن ہم کو دکھائے، وہ گھڑی اللہ ہم کو اپنی رحمت سے عطا فرمائے کہ ہماری ہر سانس اللہ تعالیٰ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ کی ناراضگی میں نہ گذرے، وہ گھڑی اور وہ وقت ہمارے لئے سات آسمان اور زمین اور تمام دنیا کی سلطنتوں سے افضل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا جذبۂ ایمان اور یقین نصیب فرمادے۔

صحبتِ شیخ کے آداب

جو انسان کسی ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو نہ بھلائے اور ہر نافرمانی سے

بچے وہ صاحبِ نسبت ہے اور جسے ہر وقت خانقاہ میں رہتے ہوئے بھی احساس نہ ہو کہ ہمارا شیخ یہاں رہتا ہے اور وہ شیخ کو فراموش کردے اور اس کی مرضی کے خلاف آواز میں بلندی لائے اس کو نسبت مع الشیخ حاصل نہیں ہے، اس کی اپنے نفس کے ساتھ نسبت اس کی نسبت مع الشیخ پر غالب ہے، اگر اس کو اپنے شیخ کے ساتھ پچاس فیصد نسبت ہے تو اکیاون فیصد اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ جب اس کے نفس کی نسبت مغلوب ہوجائے گی اور شیخ کی نسبت غالب ہوجائے گی تو پھر کبھی اس کی جرأت نہیں ہوگی کہ اپنے شیخ کو اذیت پہنچا سکے۔ حالتِ غضب میں بھی یاد رکھے گا کہ کہیں شیخ کو اذیت نہ پہنچ جائے اور جو مرید حالتِ غضب میں شیخ کو بھول جائے اور خانقاہ ہی میں لڑائی شروع کردے تو سمجھ لو کہ یہ نفس کا غلام ہے، یہ شیخ کا غلام نہیں ہے، یہ ابھی نسبت مع الشیخ سے کوسوں دور ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی فنائیت اور اخلاص

آپ کو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ معلوم ہے کہ جنگ ہو رہی ہے، حالتِ جنگ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار اور کمانڈر انچیف کو معزول کرکے سپاہی بنادیا جاتا ہے، اگر آج کل کا کمانڈر انچیف ہوتا تو کہتا کہ اچھا! مجھ جیسے کمانڈر کو آپ نے سپاہی بنادیا، ایسی تیسی ایسی نوکری کی، اب میں لڑتا بھی نہیں ہوں اور بددُعا بھی دے گا کہ اللہ کرے ہماری فوج یہ جنگ ہار جائے تاکہ میرا نام ہو کہ اس کے سپہ سالار نہ رہنے کی وجہ سے شکست ہوگئی لیکن جب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کمانڈر انچیف سے اُتار کر سپاہی بنایا گیا تو انہوں نے تلوار لے کر سپاہیوں کے ساتھ عام عسکری اور فوجی کی طرح لڑنا شروع کردیا اور آپ نے اعلان فرمایا: اے لوگو! جس طرح میں کمانڈر انچیف اور سپہ سالاری کی حالت میں فوج کے اور لشکر کے امیر کی حالت میں لڑ رہا تھا اسی طرح میں اب بھی اللہ کے لیے بحیثیتِ سپاہی اللہ کے راستے میں لڑوں گا اور جان دینے کی

راہیں تلاش کروں گا اور خالد کی تلوار ویسے ہی چلے گی جیسے پہلے چلتی تھی اور اس میں میری عزت کو کوئی نقصان نہیں، عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہمارے امیر المؤمنین نے ہمیں معزول کر دیا ہے، لہٰذا خلیفہ کی اطاعت بھی ہمارے اوپر اللہ کی طرف سے واجب ہے، یہ ہے فنائے نفس۔

یہ کیا کہ شیخ نے کسی غلطی پر ذرا سا ڈانٹ دیا تو کہنے لگے کہ آپ نے سب کے سامنے ہم کو یوں کہہ دیا۔ جو ظالم مرید شیخ سے اس طرح سے کہہ دے کہ آپ نے سب کے سامنے میرا خیال بھی نہیں کیا اور ڈانٹ دیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ظالم نسبت مع النفس رکھتا ہے، اسے ابھی نسبت مع الشیخ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ آہ! بڑی مشکل سے نفس مٹتا ہے ؎

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

یہ امتحان کا موقع ہوتا ہے۔ جو شخص بوقتِ شہوت، بوقتِ غضب اللہ کو یاد رکھتا ہے، شہوت کی حالت میں بھی اللہ کی حدود کی رعایت کرتا ہے، غضب کی حالت میں بھی اللہ کی حدود کی رعایت کرتا ہے وہ باحیا اور وفادار ہے۔ اگر شیخ پاس میں موجود ہے یا وہ شیخ کے پاس خانقاہ میں قیام کیے ہوئے ہے تو حالتِ غضب میں بھی اپنی آواز کو بلند نہیں ہونے دیتا، اسبابِ اذیتِ شیخ سے احتیاط کرتا ہے، اپنے نفس کو مٹا کر خاک کرتا ہے، اگرچہ اس کی طاقت شیروں جیسی ہے لیکن نزول کر کے وہ اپنے کو مثلِ چوہا کر دیتا ہے۔

محبتِ للّٰہی کی قوت

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے محبت کا دعویٰ کرنے والو! محبت ایسی چیز ہے کہ اگر شیر کو نصیب ہو جائے تو وہ اپنے نفس کو اتنا مٹاتا ہے، اتنا مٹاتا ہے کہ ؎

از محبت شیر موشے می شود

محبت کی کرامت سے شیر سکڑ کر، نزول کر کے اپنے محبوب کے قدموں میں چوہا بن جاتا ہے۔ واہ رے مولانا روم! اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھر دے، آپ نے ہمیں راستہ دکھا دیا۔ جب تک آدمی کو خدائے تعالیٰ کی توفیق نہ ہو تو واقعی وہ یہ باتیں بس ایک کان سے سنتا ہے، دوسرے کان سے نکال دیتا ہے۔ جس کے دل میں اللہ بات کو اُتار دے بس سمجھ لو کہ اس کا کام بن گیا۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

کیا کہا تھا مجنوں نے؟ کہ میری لیلیٰ کی گلی میں جو کتا رہتا ہے، میں اس کے پاؤں کی خاک کو شیرانِ عظیم سے بہتر سمجھتا ہوں اور۔

آں سگے کو باشد اندر کوئے او
من بہ شیراں کے دہم یک موئے او

میں اس کے ایک بال کو بھی شیروں کو نہیں دے سکتا اور آج دیکھو کہ مریدوں کا کیا حال ہے؟ ارے! جو تھوڑی بہت ڈانٹ ڈپٹ ہو جاتی ہے اگر اتنی ڈانٹ پھٹکار بھی نہ پڑے تو پتا نہیں یہ کس کس کو کچا چبا جائیں۔ جو غصے کے اور نفس کے غلام ہیں ان کو شیخ سے کیا نسبت ہے؟

دیکھو! گنگوہ کی خانقاہ سے شاہ ابوسعیدؒ بلخ گئے تھے سلطان نظام الدین کی خدمت میں اپنی اصلاح کے لیے، سلطان نظام الدین بلخی شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی کے خلیفہ تھے، انہوں نے شاہ ابوسعید صاحب سے فرمایا کہ اگر تم اصلاح کے لیے آئے ہو تو پھر جو کی روٹی پانی میں بھگو کر کھانا پڑے گی۔ انڈے، پسندے اور مال اُڑانے سے کام نہیں بنے گا تو انہوں نے شیخ کی بات مانی اور جَو کی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے تھے۔ آج اگر کسی کو خانقاہ میں چند دن جو کی روٹی کھلاؤ تو آدھی رات کے بعد بغل میں بستر ہوگا اور بھاگا جا

رہا ہوگا کہ ہم سے یہ مجاہدہ نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب اور لالچی مرید

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی خدمت میں ایک مرید صاحب الٰہ آباد گئے اور حضرت سے کہنے لگے کہ میں آپ کے ساتھ کچھ دن رہنا چاہتا ہوں اور آپ سے فیض لینا چاہتا ہوں۔ اللہ والوں کو بعض اوقات انکشاف ہوجاتا ہے کہ کون کس نیت سے آیا ہے، لہٰذا حضرت کو کشف ہوگیا کہ یہ زبان کی لذتوں کا غلام ہے، مرغّن کھانے اور بریانیاں کھانے آیا ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں حضرت تشریف لے گئے اپنے میز بانوں سے فرمادیا کہ جَو کی روٹیاں اور ارہر کی دال پکاؤ۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا، ایک وقت تو اس نے کھالیا لیکن دل میں بہت غصہ ہوا کہ یہ کیسا پیر ہے جو جَو کی روٹی کھاتا ہے، اس نے تو مار ڈالا، ہم تو سمجھتے تھے کہ بریانی ملے گی۔ پھر دوسرے وقت بھی حضرت نے وہی کھایا اور تیسرے وقت بھی وہی کھایا تو وہ مرید آدھی رات کو بستر لے کر ایک دو تین ہوگیا۔ یہ بات حضرت نے خود مجھ سے فرمائی۔

مُرَبّی کے حقوق

آج جو یہ کہتے ہیں کہ مجھے بڑا غصہ ہے، اگر میں ان کو جَو کی روٹی ارہر کی دال کے ساتھ زیادہ نہیں چالیس دن کھلا دوں اور گوشت بند کردوں تو آپ دیکھنا کہ ان کے غصے کہاں جاتے ہیں؟ لیکن کوئی کہے تو سہی کہ آپ جس غذا سے اور جس طریقے سے چاہیں میری اصلاح کردیں، مجھے اختیار تو کوئی دے۔ اب کوئی مریض اچھا بھی ہونا چاہے اور ڈاکٹر کو آپریشن کا اختیار بھی نہ دے، ڈاکٹر صاحب سے کہے: ڈاکٹر صاحب! السلام علیکم، میرے گردے میں پتھری ہے، بہت تکلیف میں ہوں، اور ڈاکٹر صاحب کہیں: فلاں کمرے میں لیٹ جاؤ، اس کے بعد ڈاکٹر چاقو لے کر آپریشن کے لئے آیا تو کہنے لگا کہ ٹھہرو! چاقو سے

میرا پیٹ مت چیرنا، ڈاکٹر نے کہا: آپ کے گردے میں پتھری ہے، اسے نکالنے کے لئے آپریشن تو کرنا ہی پڑے گا، تو فوراً بولا: توبہ! توبہ! میں تو آپ سے ملنے کے لئے آیا تھا، پیٹ پھڑوانے کے لیے تھوڑی آیا تھا تو بتاؤ اس کا علاج ہوسکے گا؟ تو بھئی! دوستی کے راستہ سے جو آتے ہیں ان کا آپریشن تھوڑی کیا جاتا ہے، جو اصلاح کے لئے نہیں آتا میں بھی اس سے کہتا ہوں: چلو ٹھیک ہے لیکن جو اصلاح چاہتا ہے اس کو تو کہنا چاہئے کہ آپ کے نزدیک جس طریقے سے میری اصلاح ہو، جو دل میں بات آتی ہو، حکم فرمائیں، میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا، تو اس کے ساتھ شفقت و محبت بھی ہوگی اور وقت پڑنے پر آپریشن بھی کروں گا لیکن اُف نہ کرنا، یہ نہ کہنا کہ جَو کی روٹی تو مجھ سے نہیں چلے گی، میرا تو بلڈ پریشر ہائی رہتا ہے، میں گوشت، پسندے اور دو پیازے اور اِسٹو کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ جس کو طلب ہوتی ہے وہ ہر طرح کے مجاہدہ کو تیار رہتا ہے۔

کاش! اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنی طلب و پیاس عطا فرما دیں۔
جب خدائے تعالیٰ کی پیاس اور طلب ہوتی ہے تو انسان اللہ کو پانے کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے، پھر یہ نہیں سوچتا کہ میرا کیا ہوگا، وہ تو کہتا ہے ؂

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

یہ راستہ ڈھَیلوں کا نہیں ہے اور ڈھِیلوں کا بھی نہیں ہے، یہ شیروں کا راستہ ہے، جان دینے کا راستہ ہے، جس کو خدائے تعالیٰ توفیق دے وہی طے کرتا ہے۔

مرید کو اپنے پاس قیام کی اجازت دینا شیخ کا احسانِ عظیم ہے

کیا اس شخص کو ولایتِ عُلیا کا خواب بھی نظر آئے گا جس کے اندر

فنائے نفس کا اتنا مادّہ بھی نہ ہو کہ شیخ کے پاس رہتے ہوئے غصہ گرمی نہ دکھائے اور شیخ کی ذراسی ڈانٹ کو برداشت کرلے، بس شیخ اپنے مقام سے نزول کرکے اجازت دے دیتا ہے کہ چلو! ہمارے پاس پڑے رہو، اس طرح سے گناہِ کبیرہ سے تو بچے رہو گے۔ بعض کو فسق و فجور، نافرمانی اور گناہ کبیرہ سے بچانے کے لیے خانقاہ میں رہنے کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ وہ بدنظری اور عشقِ مجازی کے کینسر کے مریض ہیں، جو آئی سی یو (I.C.U) میں رکھے جاتے ہیں، اور ان کی انتہائی نگہداشت کی جاتی ہے، اگر وہ باہر رہیں اور ان کو انتہائی نگہداشت کے کمرے میں نہ رکھا جائے تو وہ پہلوان نہیں بنیں گے بلکہ ان کا کینسر بڑھتے بڑھتے ان کو روحانی موت کے گھاٹ اتار دے گا، اس لئے ان کو رکھ لیا جاتا ہے تاکہ روحانی موت سے اور ہلاکت سے بچ جائیں۔

شیخِ کامل اپنے مرید کو اچھی طرح جانتا ہے

لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مراد بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانبازی دکھاتے ہیں اور اپنے فہم کی سلامتی پیش کرتے ہیں تو شیخ کو بھی پتا چل جاتا ہے کہ وہ کس مقام پر ہیں اور جن کو اللہ کی طلب نہیں ہوتی شیخ کو ان کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے، جیسے قصائی اپنے بچھڑے کو جانتا ہے کہ اب اس کے دو دانت آگئے ہیں، اب تین دانت آگئے ہیں، اب چار دانت آگئے ہیں۔ اسی طرح شیخ بھی اپنے مریدوں کو جانتا ہے کہ اب اس کے کتنے دانت آگئے ہیں، کتنی ترقی کرگیا ہے۔ کوئی لاکھ اشکبار آنکھوں سے روئے، رات بھر تہجد میں گذارے لیکن شیخ کسی کے آنسوؤں سے، اس کی نفلی عبادات سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ شیخ تو یہ دیکھتا ہے کہ جب کوئی حسین اس کے پاس آکر بیٹھتا ہے، پھر اس کے نفس کی بلی اس چوہے کو دیکھ کر کتنا قابو میں رہتی ہے۔ اگر بلی لاکھ دعویٰ کرے کہ میں نے ستر حج کئے ہیں اس کی پارسائی کا اعتبار نہیں لیکن جب اس کے پاس چوہا

آ جائے تو پھر غرغرائے نہیں اور مونچھوں کو کھڑی نہ کرے اور اس پر جھپٹ نہ مارے تب سمجھ لو کہ اب بلی صاحبہ بھگت بن گئی ہیں، کچھ بن گئی ہیں۔ تو جیسے قصائی اپنے بچھڑے کو پہچانتا ہے ایسے ہی بزرگوں کا، اللہ والوں کے غلاموں کا بھی معاملہ ہے، وہ پہچانتے ہیں کہ اس مرید کے اندر کتنا تقویٰ ہے، لہٰذا مریدوں کی تعریفوں سے، اپنے پیر بھائیوں کی تعریفوں سے اپنے کو کچھ نہ سمجھو، شیخ سمجھتا ہے کہ مرید کس مقام پر ہے؟

لوگوں کی تعریف سے خود کو بڑا سمجھنے والے کی مثال

جو لوگ اپنے آپ کو لوگوں کی تعریف کی وجہ سے بڑا سمجھتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کا گھوڑا بڑا اَڑیل تھا، اس کو گرادیا کرتا تھا۔ آخر اس نے عاجز ہوکر دلاّل سے کہا کہ میرا گھوڑا بکوادو، مجھے اتنا گراتا ہے کہ میں شدید زخمی ہوجاتا ہوں تو اس دَلاّل نے بازار جاکر اپنا کمیشن لینے کے لیے گاہکوں سے کہا کہ یہ گھوڑا بڑا شاندار ہے۔

دلاّل اپنا کمیشن لینے کے لیے سچ نہیں بولتے جس سے ان کی روزی حرام ہوجاتی ہے الا ماشاء اللہ، اگر یہ صحیح طریقے سے دونوں پارٹیوں کو ملالیں اور کمیشن لے لیں تو جائز ہے لیکن ایک پارٹی سے، جس سے خریدنا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ مارکیٹ گری ہوئی ہے اور جس کو بیچنا ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں کہ مارکیٹ بہت ہائی جارہی ہے۔ ارے! اس جھوٹے کو اللہ کی دہائی دو کہ یہ اس سے توبہ کرلے۔

تو دلاّل نے کہا کہ یہ گھوڑا ایسا دوڑتا ہے جیسے کشتی پانی پر چل رہی ہو، کبھی سوار اس پر چڑھ کر اپنے کو محسوس کرتا ہے کہ میں ''فلک سیر'' معجون کھائے ہوئے ہوں یعنی آسمان پر سیر کررہا ہوں۔ اس کی تعریفیں سن کر لوگوں نے دام لگانا شروع کردئے اور جس کا گھوڑا تھا وہ بھی دلاّل کے ساتھ ہی تھا اور یہ سب سن رہا تھا تو اس نے دلاّل کے کان میں کہا کہ خدا کے لیے رک جاؤ، ایسا عمدہ

گھوڑا میں نہیں بیچتا جو فلک سیر ہے، آسمان کی سیر کراتا ہے تو دلاّل نے کہا: ابے گدھے! اُلو! نالائق! تجھے اس گھوڑے کا دس سال کا تجربہ ہے، میں تو اپنا کمیشن سیدھا کرنے کے لیے ذرا سی جھوٹی تعریف کر رہا ہوں، تُو تو میری جھوٹی تعریف میں آ گیا اور جو گھوڑے نے گرا گرا کر تیرے اوپر اتنے سارے زخم لگائے ہیں، جو زخم ابھی ٹھیک بھی نہیں ہوئے تو انہیں بھول گیا اور آ گیا میرے چکر میں، چل پکڑ اپنا گھوڑا اور جا۔ کبھی انسان ایسے بھی بے وقوف بن جاتا ہے۔

تواضع علامتِ قبولیت اور تکبر علامتِ مردودیت ہے

بعض لوگوں کو جہاں کچھ لوگوں نے کہہ دیا کہ حضرت! حضرت! میں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ آسمان پر اُڑ رہے ہیں اور آپ نے جو تعویز دیا تھا اس کو تو باندھتے ہی میرا سامان مل گیا، جو چور لے کر گیا تھا اس کو بخار چڑھ گیا اور وہ دوڑا دوڑا میرا سامان واپس کرنے آیا۔ تو اس طرح دو چار تعریفیں کیا سنیں بس! سمجھ گئے کہ اگر میں خدا کے ہاں مقبول نہ ہوتا تو یہ کرامتیں، یہ شعبدے بازیاں جو مجھے مل رہی ہیں یہ کہاں سے ملتیں؟ ارے! بے وقوف! ذرا سوچ تو کہ تو کتنے گناہوں میں مبتلا ہے؟ تُو خدائے تعالیٰ کے غضب وقہر کے اعمال اور ماضی کو بھول گیا؟ اللہ والوں نے تو اللہ کی ناراضگی والے اعمال سے بچنے میں جان کی بازی لگا دی اور ہمیشہ ساری کائنات سے اپنے کو حقیر سمجھا، یہ علامت ہے ان کے قبول اور مقبول ہونے کی۔ جو اپنے کو بڑا سمجھے، سمجھ لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ دل میں اپنی بڑائی مردودیت کی علامت ہے اور اپنی حقارت، اپنے کو حقیر اور چھوٹا سمجھنا مقبولیت کی علامت ہے، اسی لیے حدیث شریف میں سکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یوں دُعا مانگو:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا))

(کنز العمال)

اے اللہ! مجھے میری نظر میں چھوٹا دکھا دے، مگر اپنے بندوں کی نظر میں مجھے بڑا دکھا دے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بندوں کی نظر میں بھی بڑا ہونے کی دُعا نہیں مانگنی چاہئے یعنی یہ کہ لوگ مجھے بڑا سمجھیں اور اس میں حبِّ جاہ ہے، یہ بات بالکل غلط ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی ہے۔ لہٰذا آپ بندوں کی نظر میں اپنی بڑائی خدا سے مانگئے کہ یا اللہ! اپنے بندوں کی نظر میں مجھے بڑا بنا دیجیے، کبیر بنا دیجیے، مگر میری نظر میں مجھ کو صغیر کر دیجیے، چھوٹا کر دیجیے۔

عشقِ اَصنام سے ہر دل کو پریشاں پایا

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾

اور تیرے رب نے فیصلہ کرلیا کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت مت کرو، معبود مت سمجھو، نفس کو خدا مت بناؤ، خدا کے قانون کو نفسِ دشمن کے کہنے سے پاش پاش مت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارا دماغ پاش پاش کردے گا، اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب آتا ہے کہ مغز میں کھونٹے گھسنے لگتے ہیں، نیندیں حرام ہوجاتی ہیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کی بدحواسی کے مناظر دیکھے ہیں جو ٹیڈیوں کے چکر میں رہتے ہیں، گناہوں کے چکر میں رہتے ہیں، حسینوں کو پھنسانے کے چکر میں رہتے ہیں، میں نے اپنے مطب اور حکمت کے زمانے میں ایسے حواس باختہ لوگوں کو اتنا زیادہ پریشان دیکھا ہے کہ واللہ مسجد میں کہتا ہوں اور یقین سے کہتا ہوں کہ اللہ کو چھوڑ کر عشقِ مجازی میں مشغول ہونا عذابِ الٰہی ہے، کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی بربادی کو دیکھا ہے، مجھے اس کا علم الیقین بھی حاصل ہے اور عین الیقین بھی حاصل ہے۔

اس لیے میں آپ لوگوں کے لئے اور اپنے لیے یہ تمنا رکھتا ہوں کہ خدا نہ کرے کہ کسی کا دل اور کسی کی نظر غیروں میں پھنسے، اے خدا! ہمارے قلب

وجان کو غیروں سے چھڑا کر اپنی ذاتِ پاک کے ساتھ چپکا لیجیے، اتنا زیادہ گوند لگا دیجیے کہ سارا عالم ہمیں آپ سے ایک بال کے برابر جدا نہ کر سکے، چاہے حسن کا عالم ہو یا روپے، نوٹ، دولت کا عالم ہو یا وزارتِ عظمیٰ کی کرسیوں کا عالم ہو۔ یہ ہے میری تمنا اپنے لیے اور آپ کے لیے، بتائیے یہ بہتر ہے یا نہیں؟ کیا میری یہ آرزو آپ کے لیے اچھی آرزو نہیں ہے؟

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم

آگے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے خدا سمجھ کر جتنی تم میری عظمت کرتے ہو اتنی کسی اور کی مت کرنا لیکن اب میں اپنے احکام کے ساتھ تمہارے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم نازل کرتا ہوں تاکہ تم سمجھ لو کہ اللہ نے جو اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ، اپنی عظمت کے حق کی ادائیگی کے حکم کے ساتھ ساتھ حقوق العباد میں سے والدین کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم نازل فرمایا ہے تو یہ ماں باپ کی عظمت کے لیے ہے تاکہ لوگوں کو احساس ہو کہ اللہ اکبر! ماں باپ کا کیا درجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور عظمت کے حکم کے ساتھ والدین کا حکم نازل فرمایا، لہٰذا فرماتے ہیں کہ:

﴿وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا﴾

اور دیکھو! اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ خواتین بھی سن لیں اور آپ حضرات بھی سن لیں، جن کے ماں باپ زندہ ہوں وہ ان سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئیں اور اب تک ان کے حقوق میں جتنی کوتاہی ہوئی وہ ان سے اس کی معافی مانگیں اور ان سے عہد کر لیں کہ میں آئندہ نالائقی نہیں کروں گا بلکہ آپ کے سامنے ہمیشہ اپنے کو جھکا کر رکھوں گا، کیونکہ ماں باپ کا بڑا مقام ہے۔

والدین کا مقام

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو نیک اولاد اپنے ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ ہر نظرِ رحمت پر اس کے لئے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ یہاں صالح کی قید لگا دی کہ نیک ہو، کم از کم فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرتا ہو، نافرمانی سے بچتا ہو تو ایسے صالحین اگر اپنے ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھ لیں تو ہر نظرِ رحمت پر ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا، لیکن نفلی حج کا ثواب ملے گا فرض کا نہیں، یہ نہیں کہ تجوری میں ہزاروں روپے جمع ہیں، حج فرض ہو چکا ہے اور ماں باپ کو نظرِ رحمت سے جا کے دیکھ لیا اور سمجھے کہ میرا فرض حج ادا ہو گیا۔ فرض حج تو حرم کی حاضری ہی سے ادا ہو گا اور ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے پر حج کا ثواب لینے کے لئے صالح ہونا بھی شرط ہے، یہ نہیں کہ نہ روزہ، نہ نماز، شراب و کباب میں مشغول ہیں اور جا کے والدین کو نظر رحمت سے دیکھ لیا اور سمجھے کہ نفلی حج کا ثواب مل گیا بلکہ نیک ہونا بھی شرط ہے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ اگر یہ شخص دن میں سو مرتبہ نظر رحمت سے دیکھے، تو کیا تب بھی اتنا ہی ثواب ملے گا؟ یعنی کیا سو حج کا ثواب ملے گا؟ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو لفظ فرمائے کہ:

((اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَ اَطۡیَبُ))

(مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ)

اللہ تعالیٰ تمہاری نظرِ رحمت سے دیکھنے سے زیادہ شانِ رحمت رکھتے ہیں، اَکۡبَرُ تو رحمت کے لئے ہو گیا کہ دن میں سو مرتبہ دیکھنے والوں کو سو مرتبہ نفلی حج مقبول کا ثواب دیتے ہیں اور وَ اَطۡیَبُ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر دی کہ اللہ تعالیٰ طیّب ہے، ہر عیب سے پاک ہے۔ اگر کوئی یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ شاید اتنا ثواب دینے سے تھک جائیں گے یا ان کے خزانے میں کمی

آ جائے گی تو اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے، وہ تھکتا نہیں ہے، نہ اس کے خزانے میں کمی آتی ہے، وہ ثواب دینے سے قاصر نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص برباد ہو جائے، وہ شخص برباد ہو جائے، وہ شخص برباد ہو جائے۔ تین دفعہ فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون شخص ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر وہ ان کی خدمت کر کے، ان کو خوش کر کے اپنے آپ کو جنت میں داخل نہ کر لے ایسا شخص ہلاک ہو جائے۔

اور اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل دیکھئے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ آٹھ سو شاگردوں کو پڑھانے جاتے تھے تو راستہ میں ان کی والدہ کا مکان پڑتا تھا۔ یہ اپنی اماں کو سلام کر کے اور ان کی دعا لے کر جایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی ماں کی خدمت کرے تو جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یہ ایک بات ہوگئی۔

ماں باپ کو ذرہ برابر بھی تکلیف پہنچانا جرمِ عظیم ہے

آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا﴾

اگر تمہاری ماں یا تمہارا باپ تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ گئے ہوں، اَحَدُهُمَا یعنی ماں یا باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہو، اور بوڑھا ہوگیا ہو، اَوۡ كِلٰهُمَا یا دونوں زندہ ہوں، ماں بھی زندہ ہو اور باپ بھی زندہ ہو اور دونوں بڑھاپے کو پہنچ گئے ہوں تو اللہ پاک فرماتے ہیں:

﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ﴾

تو کبھی ان سے اُف بھی نہ کرنا، ہاں سے ہوں بھی نہ کہنا کہ ’’اُف! کیا کرتے ہیں ابّا!، ہر وقت، جب دیکھو بیٹا! بیٹا! آوازیں دیتے رہتے ہیں اور کام بتاتے رہتے ہیں، ساٹھ سال کے ہو گئے لیکن اتنی سمجھ نہیں ہے، کیا مجھے کوئی اور کام نہیں ہے؟ کیا آپ کو پتا نہیں کہ بیٹے کا بھی تو بیٹا ہے، جس کے لیے دوا لینے جا رہا ہوں۔‘‘ ایسے مت کہو، اُف بھی نہ کرو، اگر انہوں نے کوئی فرمائش کر دی اور آپ کو مجبوری ہے تو نرمی سے، ادب سے کہہ دو کہ آپ کا پوتا بیمار ہے، دوا لینے جا رہا ہوں، آپ کا کیا ارشاد ہے؟ وہ کام بھی کر دوں گا آپ لیٹے لیٹے دُعا کیجیے، ابھی حاضر ہوتا ہوں، یا یوں کہہ دیا کہ آپ جب تک چائے پیجیے، چائے وائے نہ ہو تو بیوی سے کہہ دو کہ ابا میاں کو ایک پیالی چائے بھیج دو۔ بھائی! اگر کسی مجبوری سے ان کی فرمائش پوری نہیں کر سکتے تو معذرت کر لو لیکن ڈانٹ ڈپٹ سے بات مت کرو۔

لفظِ ’’اُف‘‘ کا معنیٰ

تو ماں باپ کے لئے اللہ کا حکم آ رہا ہے کہ ماں باپ سے ’’اُف‘‘ نہ کہنا، ’’اُف‘‘ کے کیا معنیٰ ہیں؟ خالی ’’اُف‘‘ ہی مراد نہیں ہے۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اُف کا مطلب ہے:

اَلْمَنْعُ مِنْ اِظْهَارِ الضَّجْرِ الْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ

(روح المعانی، سورۃ بنی اسرائیل)

یعنی ان کی کسی بات سے اپنے زِچ ہونے، تنگ ہونے اور ناگواری کا بالکل اظہار مت کرو، نہ تھوڑا نہ زیادہ، چاہے کوئی لفظ کہہ کر کرو یا کسی حرکت سے، کیونکہ اس سے ان کو تکلیف ہوگی۔ یہ نہیں کہ ان کی کوئی بات ناگوار معلوم ہوئی تو ’’اوفّو، اوں ہوں، کیا ہے‘‘ شروع ہو گئے یا زور زور سے پاؤں پٹخ پٹخ کر چل دیے یا دروازہ زور سے بند کر دیا، یہ سب کلمات اور حرکات اُف میں داخل

ہیں۔اور آگے فرماتے ہیں کہ:

﴿وَلَا تَنْهَرْهُمَا﴾

ان کو جھڑکو اور ڈانٹو بھی نہیں، یہ نہیں کہ خوب جھڑک دیا اور جب کسی نے کہا کہ آپ نے کیوں جھڑکا؟ قرآن پاک نے منع کیا ہے تو انہوں نے کہا: قرآن پاک میں اُف کہنے سے منع آیا ہے، میں نے اُف نہیں کہا تھا۔نہیں! آگے وَلَا تَنْهَرْهُمَا بھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ماں باپ کو کبھی جھڑکنا نہیں، ورنہ چالاک لڑکا کہے گا: میں نے اُف تو نہیں کہا تھا، اُف سے منع ہے، میں نے تو کہا تھا کہ بڑبڑ مت کیجیے، بکواس بند کرو، تفسیر بیان القرآن اس وقت میرے سامنے ہے، اُف کا ترجمہ حکیم الامت مجدد الملت فرمارہے ہیں کہ ''ہوں'' مت کرنا اور وَلَا تَنْهَرْهُمَا کا ترجمہ فرمارہے ہیں کہ ماں باپ کو کبھی جھڑکنا بھی نہیں، آخر انہوں نے پالا پوسا ہے۔

ایک بنئے کا واقعہ

ایک ہندو بنئے کا قصہ ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچہ کو گود میں لیے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا تھا۔ایک کوّا اس کی دیوار پر آکر بیٹھ گیا، بنئے کے بیٹے نے دیوار پر کوّے کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر اپنے بابا سے پوچھا: ''اے کاکا! یہ کیا ہے؟'' ہندوستان میں ہندو ابا کو کاکا کہتے ہیں، ہندو نے بتادیا کہ ''بیٹا! یہ کوّا ہے''، پھر کھاتہ لکھنے والے منشی کو بلایا اور کہا: لکھو کہ یہ کتنی دفعہ مجھ سے پوچھتا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر پوچھا تو ابا نے کہا: ''یہ کوّا ہے۔'' پھر منشی سے کہا: لکھ دو کہ دو دفعہ پوچھ لیا، یہاں تک کہ سو مرتبہ اس لڑکے نے کہا: ''کاکا! یہ کیا ہے؟'' اور اس نے ہر مرتبہ جواب دیا: ''بیٹا! یہ کوّا ہے''۔پھر اس نے کہا: کھاتہ پر تاریخ ڈال دو۔

جب بیٹا بڑا ہوا اور یہ باپ بڈھا اور کمزور ہو گیا تو ایک دن دیوار پر کوّا آکر بیٹھا اس باپ نے اپنے بیٹے سے کوّے کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''بیٹا! یہ کیا

ہے؟‘‘ اس نے امتحان لیا کہ دیکھیں یہ کتنا جواب دیتا ہے؟ اس نے کہا: ’’کا کا! کوّا ہے۔‘‘ اچھا! پھر وہ تھوڑی دیر چپ رہا، پھر دوبارہ اس نے کہا: ’’بیٹا! یہ کیا ہے؟‘‘ تو اس نے کہا: ’’پہلے ایک دفعہ بتا تو دیا، کوّا ہے یہ‘‘۔ ہندو تھوڑی دیر پھر چپ رہا، پھر جب تیسری دفعہ کہا: ’’بیٹا! یہ کیا ہے دیوار پر؟‘‘ تو کیا کہا؟ ’’کا کا! سن لو، دو دفعہ جواب دے چکا ہوں، تیسری دفعہ کہہ دیتا ہوں کہ کوّا ہے، اب مت پوچھنا کہ یہ کیا ہے؟ بہت مشغول زندگی ہے میری، مجھے ایک ہی کام نہیں ہے۔‘‘ تھوڑی دیر کے بعد اس نے جب چوتھی مرتبہ پوچھا: ’’بیٹا! یہ کیا ہے دیوار پر؟‘‘ تو بیٹے نے کہا: ’’کا کا! کیا رٹ لگا رکھی ہے، زیادہ ٹرٹر نہ کرو، سیدھے پڑے رہو، اب مجھے برداشت نہیں ہے، تین دفعہ تو جواب دے چکا ہوں، اب کہا تو آپ کو پاگل خانے میں داخل کردوں گا، اب آپ ساٹھ سال سے اوپر ہوگئے ہیں، اس لئے سٹھیا گئے ہیں‘‘۔ تب اس بنئے نے کہا: منشی! ذرا میرا کھاتہ تو لے آنا، پھر کھاتا کھول کر بیٹے کے سامنے رکھا اور اسے دکھا کر کہا: او ظالم! نالائق! خبیث! دیکھ اس کے اندر، جب تو چھوٹا تھا تو تُو نے یہی سوال سو مرتبہ مجھ سے پوچھا تھا اور میں نے باپ کی شفقت کی وجہ سے تجھے سو دفعہ جواب دیا تھا اور اب تو تین دفعہ کے بعد بیزار ہوگیا، تو نے باپ کا کیا حق ادا کیا ہے؟‘‘ یہ واقعہ مجھ سے شاہ عبدالغنی صاحب نے بیان فرمایا تھا۔

والدین سے بے ادبی کسی حال میں جائز نہیں

اگر ماں باپ سے ظلم بھی ہوجائے تو بھی ان کے ساتھ گستاخی اور بدتمیزی جائز نہیں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ:

((وَإِنْ ظَلَمَاهُ ؟))

اگر ہمارے ماں باپ ہم پر ظلم بھی کریں تو کیا پھر بھی ہم ان کے ساتھ احسان کریں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَإِنْ ظَلَمَاهُ، وَإِنْ ظَلَمَاهُ، وَإِنْ ظَلَمَاهُ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

ہاں! اگرچہ وہ ظلم کریں، اگرچہ وہ ظلم کریں، اگرچہ وہ ظلم کریں، تین مرتبہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اگر ماں باپ کا تحمل کمزور ہوجائے، ان کے دل و دماغ کمزور ہوجائیں اور وہ اولاد سے ظلم و زیادتی بھی کربیٹھیں تو ان کے ظلم پر صبر کرو۔ جب ماں باپ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو مثل بچے کے کمزور ہو جاتے ہیں، چھوٹے بچے کی طرح ان کے دل و دماغ کمزور ہوجاتے ہیں، لہٰذا اگر ان سے غلطی ہو جائے، بے جا ڈانٹ ڈپٹ کریں تو اس کو برداشت کرو، جب بڑے ناراض ہوجائیں تو چھوٹے بڑوں کی رعایت کریں۔ ساس بہو سے بڑی ہے لہٰذا بہو کو چاہئے کہ اگر وہ اپنی بہو سے آرام اٹھانا چاہتی ہے تو اپنی ساس کو خوش رکھے، اگر اپنی بہو سے اپنا اِکرام چاہتی ہے تو آج اپنی ساس کا اِکرام کرے اور بیٹے صاحب اگر اپنی اولاد سے آرام اُٹھانا چاہتے ہیں تو آج اپنے ماں باپ کا ادب کریں۔ کل ان کی اولاد، ان کی بہو اور داماد ان کے ناز اُٹھائیں گے اور ان کا ادب و اِکرام کریں گے۔ حدیث پاک میں ہے جس نے اپنے بڑوں کا ادب کیا اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹوں سے اس کا ادب کرائیں گے اور اگر کسی نے اپنے بڑوں سے بدتمیزی کی تو اس کی سزا میں اس کے چھوٹے بھی اس سے بدتمیزی کریں گے۔

اس لئے ماں باپ کے معاملے میں تحمل سے کام لینا چاہئے، مشورہ کرتے رہنا چاہئے۔ اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہوجائے تو بھی ان کی عمر کا لحاظ کر کے درگذر کرنا چاہئے، جیسے چھوٹے بچے نے کوئی غلطی کی تو آپ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں، چھوٹے بچے ہیں، اسی طرح جب ماں باپ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو ان کی عقل بھی کمزور ہوجاتی ہے۔ اس لئے جب تک خوب تحمل

سے کام نہیں لیں گے ایذائے والدین سے نہیں بچ سکتے۔

والدین کو ستانے کا وبال دنیا میں بھی آتا ہے

حدیث پاک میں ہے کہ:

((كُلُّ الذُّنُوْبِ يُؤَخِّرُ اللهُ مَا شَاءَ مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُعَجِّلُهٗ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ))

(مستدرك الحاكم، الجزء الرابع)

اللہ تعالیٰ اور گناہوں میں سے تو جس کا عذاب چاہیں آخرت تک مؤخر کر دیتے ہیں لیکن ماں باپ کے ستانے کا عذاب اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی دیتے ہیں، جو اپنے ماں باپ کو ستاتا ہے جب تک وہ اپنے کیے کی سزا نہ بھگت لے اس کو موت نہیں آسکتی۔ اگر اولاد دین دار نہ ہو تو ماں باپ کی خدمت اولاد کو بڑی بھاری لگتی ہے۔ دوستو! اگر کسی شخص نے ماں باپ کو ستایا، اسے اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک اس کا عذاب نہ چکھ لے گا۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں اور دوسری حدیث ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

((كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللهُ مِنْهَا مَا شَاءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ))

(مشكوٰة، باب البر والصلة، فصل الثالث)

اور گناہوں میں سے تو اللہ تعالیٰ جن گناہوں کو چاہے گا بخش دے گا مگر والدین کی نافرمانی وایذارسانی کو معاف نہیں کرے گا بلکہ مرنے سے پہلے اس شخص پر اللہ تعالیٰ اس کا عذاب نازل کریں گے، وہ چین سے نہ رہ سکے گا، کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسا رہے گا۔

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی گردن میں رسی ڈال کر بسواری تک

کھینچا، یعنی بانس کے درختوں تک کھینچ کر لے گیا، باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹے! اب آگے نہ کھینچنا ورنہ تو ظالم ہو جائے گا۔ بیٹے نے کہا کہ ابا! دروازے سے یہاں تک چالیس پچاس قدم جو کھینچا تو یہ ظلم نہیں ہوا؟ کہا نہیں! کیونکہ میں نے تیرے دادا کو یعنی اپنے بابا کو یہاں تک کھینچا تھا۔

ایک صحابی کا انتقال ہونے لگا تو لوگ انہیں کلمہ کی تلقین کرنے لگے، مگر ان کے منہ سے کلمہ نہیں نکل رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی ماں کو بلواؤ۔ جب ان کی ماں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنے بیٹے سے ناراض ہو؟ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میں اس سے ناراض ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ تمہارا بیٹا آگ میں جلے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس پھر جلدی سے اسے معاف کر دو۔ انہوں نے معاف کر دیا تو اس صحابی نے فوراً کلمہ پڑھا اور روح پرواز کر گئی۔

مجھے بمبئی میں ایک مولوی صاحب ملے، لمبا کرتا، گول ٹوپی، میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری سے بیعت، بڑے تہجد گذار لیکن ایک مرتبہ اپنی بیوی کی خاطر اپنی ماں کو کچھ سخت سست کہہ دیا، ماں نے بد دعا دی کہ اللہ کرے تو کوڑھی ہو کر مرے۔ ان کے ہاتھ میں میں نے خود کوڑھ دیکھا، مشکل سے بیس بائیس سال عمر تھی، انہوں نے دکھایا کہ ان کی انگلی سڑ کر گل رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں کوڑھ کیسے ہوا؟ کہا ماں کی بد دعا کی وجہ سے۔

ماں اور بیوی دونوں کے حقوق کا خیال رہے

یاد رکھو! بیوی کے معاملے میں کبھی ماں کا دل نہ دکھاؤ۔ اس کے لئے کسی اللہ والے سے مشورہ کرلو۔ بیوی کو نرمی سے سمجھاؤ کہ تیری بھی تو بہو آنے

والی ہے لیکن جو بیوی کا حق ہے اس کو بھی ادا کرتے جاؤ۔ یہ نہیں کہ ماں کے حقوق ادا کرنے کے چکر میں بیوی کے حقوق ترک کردیئے بلکہ علماء دین سے ماں اور بیوی دونوں کے حقوق کے بارے میں پوچھتے رہو، دونوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو، دونوں کا حق ادا کرو اور اس کا طریقہ پوچھنے کے لئے تنہائی میں مجھ سے مل کر مشورہ کیجئے یا کسی بھی اللہ والے سے جس کو اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی جوتیاں اُٹھانے کی سعادت بخشی ہو، اس سے تنہائی میں مل کر مشورہ کیجئے۔ ماں بیٹے میں اختلاف چل رہا ہو تو کسی عالم کو بلالیں تاکہ وہ فیصلہ کردیں۔ ایسے علماء کی کمی نہیں جو اللہ کے لئے آپ کو وقت دیں۔ اپنے اپنے حالات ان سے بیان کریں، ان شاء اللہ مشورہ کی برکت سے بڑے بڑے فتنے ختم ہوجائیں گے۔ مشورہ میں اللہ نے بہت برکت رکھی ہے۔ جب بھی کوئی معاملہ پیش آئے بزرگانِ دین سے مشورہ کرلیں۔

والدین سے خوب ادب سے بات کرنا چاہئے

اور آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾

جب ان سے بات کرنا خوب ادب سے بات کرنا۔ اے بیٹیو! سن لو اور بیٹو! تم بھی سن لو! جن کے ماں باپ زندہ ہیں، خوب غور سے سن لو، آج اسی لیے میں تفسیر بیان القرآن سامنے رکھے ہوئے ہوں:

﴿وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾

اور جب ماں باپ سے بات کرو تو ادب سے بات کرو، ابا جان! میں فلاں جگہ جانا چاہتا ہوں، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دے دیجئے۔ ابا جان کہو۔

والدین کے سامنے عاجزی اختیار کرنے کا حکم

آگے سنئے:

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾

(سورۃ بنی اسرائیل، آیۃ: ۲۴)

اور ماں باپ کے سامنے محبت اور شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔ یعنی اپنے کندھوں کو ذلت کے ساتھ پست رکھنا، جَنَاح معنیٰ کندھا، ذُلّ معنیٰ ذلت، تواضع، یعنی تواضع اختیار کرتے ہوئے جھکے رہنا اور کیوں؟ مِنَ الرَّحْمَةِ رحمت کی وجہ سے، ماں باپ کمزور ہو گئے، بڈھے ہو گئے تو تم کو رحم آنا چاہیے کہ نہیں؟ جب تم ایک فٹ کے تھے تو ماں باپ نے کتنا تمہارا گوموت اٹھایا تھا، تمہاری پرورش میں کتنی تکلیف اٹھائی، رات رات بھر ماں پالتی تھی اور خود تمہارے پیشاب کی جگہ ٹھنڈے میں لیٹتی تھی، تم کو سوکھے گدّے پر لٹاتی تھی اور پھر صبح وہ نہاتی تھی، کپڑے بدل کر نماز پڑھتی تھی، تو اپنے گوموت کے بچپن کے زمانے کو یاد رکھو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے انکساری اور تواضع سے جھکے رہنا اور جھکنا کس وجہ سے؟ مِنَ الرَّحْمَةِ رحمت کی وجہ سے۔

والدین کے لئے دعائے رحمت کی تلقین

اور آگے فرماتے ہیں کہ خالی جھکنے ہی سے نہیں کام چلے گا بلکہ ان کے لیے دُعا بھی مانگنا، وہ کون سی دُعا ہے؟ آہ! ہمارا آپ کا خالق سکھا رہا ہے:

﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾

یوں دعا مانگنا کہ اے میرے رب! میرے ماں باپ پر رحمت نازل کیجیے جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا، پرورش کیا، میرے اوپر رحم کیا، اللہ تعالیٰ ہمارا بچپن یاد دلا رہے ہیں۔ ہم پچپن سال کے ہو جاتے ہیں تو اپنا بچپن بھول جاتے

ہیں۔ جوانی اور طاقت میں بوڑھے ماں باپ سے انسان گستاخیاں کرجاتا ہے اور کہتا ہے کہ بس اب برداشت نہیں ہورہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسی دعا سکھائی جس میں ہمیں ہمارا بچپن یاد دلا دیا اور ماں باپ کے احسانات بھی یاد دلا دیئے کہ ان احسانات کے بدلہ میں مجھ سے یوں دعا کرو:

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾

اے میرے رب! میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا یعنی میرے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا۔ یہ دُعا بھی ہونی چاہیے۔

مرشد کے لئے دعائے رحمت کا ثبوت

اسی آیت کے ذیل میں حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن کے ایک حاشیہ میں جس کا نام ”مَسَائِلُ السُّلُوْك فِيْ كَلَامِ مَلِكِ الْمُلُوْك“ ہے، فرماتے ہیں کہ اس آیت سے تصوف کا ایک مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے جسمانی پالنے والے ماں باپ کے لیے دُعا کا حکم ہورہا ہے اسی طرح جو تمہارا شیخ و مرشد ہے، جو تمہاری روحانی تربیت کرتا ہے، اس کے لیے بھی دُعا مانگنا اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا مشائخ جن سے انسان اصلاحِ نفس کرائے اور ان سے دین سیکھے اس کے لئے بھی دعا گو رہنا چاہئے۔ جب ماں باپ کے لئے دعا مانگے تو اپنے شیخ کے لئے بھی دعا مانگے۔ حضرت نے لکھا ہے کہ ربوبیت کے معنیٰ ہیں پرورش، ماں باپ جسمانی پرورش کرتے ہیں، شیخ روحانی پرورش کرتا ہے، پس جنہوں نے بھی پرورش کی ہے خواہ جسمانی یا روحانی اُن سب کے لئے دعاء مانگنا چاہیے۔ یہ ہیں علوم حکیم الامت کے۔ دیکھ لو ”مَسَائِلُ السُّلُوْك“ کہ اپنے مرشدوں کے لیے دُعا کرو کہ

اے اللہ! ہمارے شیخ پر، شیخ کی اولاد پر اور گھر والوں پر رحمت نازل فرما۔

مولانا رومیؒ کی اپنے شیخ اور ان کے شہر والوں کے لئے دعا

مولانا رومی اپنے شیخ شمس الدین تبریزی کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ اے خدا! میرا پیر شمس الدین، جو شہر تبریز میں رہتا ہے تو صرف شمس الدین تبریزی اور ان کی اولاد پر رحمت کو خاص نہ فرما بلکہ پورے شہر والوں پر رحمت نازل کردے، یعنی میرے پیر شمس الدین تبریزی پر اور ان کے گھر والوں پر اور تمام شہر والوں پر رحمت نازل فرما۔

ہر زمانے موجِ روح انگیز جاں
از فرازِ عرش بر تبریزیاں

عرشِ اعظم سے رحمت اور جان میں حیاتِ ابدی اور راحت بھر دینے والی اپنی خوشبو کو تبریز والوں پر بھی نازل کردے، یعنی پورے شہر تبریز کے ایک فرد کو بھی محروم نہ فرما۔ کیوں صاحب! آج تو پیر کے لیے بھی دُعا کرنے والے کم ہیں اور کون ایسے لوگ ہیں جو پیر کے پورے شہر کے لیے دعا کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مکے شریف والوں کے لیے بھی دُعا کریں اور مدینے شریف والوں کے لیے بھی دُعا کریں کہ اے خدا! حرمین شریفین کی حفاظت فرما، وہاں کے رہنے والوں کی بھی حفاظت فرما اور ان کی محبت اور ان کا ادب ہم کو نصیب فرما۔

والدین سے حسنِ سلوک اور عاجزی دکھاوے کی نہ ہو

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ﴾

(سورۃ بنی اسرائیل، اٰیۃ: ۲۵)

یاد رکھو! تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو، تمہارے دلوں کے حال کو خوب جانتا

ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا پچھلی آیت سے یہ ربط بیان کیا ہے کہ ماں باپ کا یہ ادب، یہ محبت اور عظمت وغیرہ جو بیان ہوئے ہیں صرف اظہار کے لیے نہ ہوں، خالی دکھاوا نہ ہو، دل کے ساتھ ماں باپ کی محبت ہو۔ ایسا نہ ہو کہ بظاہر تو کندھا جھکا کے بیٹھے ہوئے ہیں لیکن دل میں کچھ بھی عظمت وخیر خواہی نہیں ہے، دل میں کوس رہے ہیں کہ کیا کریں! خدا کب ان کو اُٹھائے گا؟ ان کو جلدی موت آجائے، یہ ماں باپ پڑے پڑے ہگ رہے ہیں اور ان کی وجہ سے میں کاروبار کے لئے بھی نہیں جا پا رہا ہوں، چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، ان کی پرورش بھی ہے، اللہ ان کو جلدی اٹھالے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمہارا رب تمہارے دلوں کے حال کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا دل سے ان کے ساتھ محبت کرو اور دل سے دعا کرو کہ اللہ ان کی زندگی میں برکت دے اور ان پر رحمت نازل فرمائے۔ اگر ماں باپ چارپائی پر بھی رہیں گے تو بھی آپ پر رحمت نازل ہوگی۔

ضعفاء رزق اور نصرتِ الٰہیہ کا سبب ہیں

اس کو یاد رکھیے! کہ اگر ماں باپ یا شیخ چارپائی پر ہو، بیان کی طاقت بھی نہ ہو تو بھی آپ مریدین اور طالبین اور ماں باپ کی اولاد ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہیں گے، اگرچہ وہ کما کر نہیں دے سکتے، کیا بڈھے ماں باپ کما سکتے ہیں؟ لیکن ان کی برکت سے آپ کو روزی پہنچے گی، کیسے؟ حدیث پاک میں ہے:

((اِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِکُمْ))

(ترمذی، باب: فی الاستفتاح بصعالیك المسلمین، الجامع الصغیر)

تم رزق دیے جاتے ہو اپنے کمزوروں کی برکت سے، تمہاری مدد آتی ہے

تمہارے کمزوروں کی برکت سے۔

ضعفاء عذابِ الٰہی سے حفاظت کا ذریعہ ہیں

اور دوسری حدیث فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ہے:

((لَوْلَا شُيُوْخٌ رُّكَّعٌ))

اگر بڑے بوڑھے، عمر کی زیادتی سے جن کی کمر ٹیڑھی ہوچکی ہے، رکوع کی حالت میں جھکے جھکے چلنے والے شیوخ، بڈھے نہ ہوتے:

((وَاَطْفَالٌ رُّضَّعٌ))

اور اگر دودھ پیتے معصوم بچے نہ ہوتے:

((وَبَهَآئِمُ رُتَّعٌ))

اور اگر تمہارے درمیان بے زبان جانور نہ ہوتے:

((لَصَبَّ عَلَيْكُمُ الْعَذَابُ صَبًّا))

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، جلد۲، صفحہ:۳۱۴)

تو ہم تمہارے اوپر بارش کی طرح عذاب برسا دیتے۔ دیکھئے فیض القدیر شرح جامع صغیر میں علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ ہم اپنے بڑے بوڑھوں کی برکت سے، بے زبان جانوروں کی برکت سے، دودھ پیتے بچوں کے صدقے میں عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔

گذشتہ خطاؤں پر اللہ تعالیٰ اور والدین سے معافی مانگنے کی ہدایت

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے:

﴿اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ﴾

اگر تم سعادت مند ہو یعنی تم دل سے محبت کرتے ہو لیکن کبھی جھنجھلاہٹ میں کوئی غلط بات منہ سے نکل گئی تو تم جلدی سے معافی مانگ لو، ماں باپ سے بھی اور ہم سے بھی، کیونکہ:

﴿فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔ ہوسکتا ہے کبھی بیٹا دفتر سے تھکا ماندہ آیا ہو یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو، اس کو ہزاروں غم ہوں، اس وقت ماں باپ نے کوئی بات کہی اور جھنجھلاہٹ میں اس کے منہ سے کچھ غلط نکل گیا تو بعد میں جب ہوش آجائے تو جلدی سے والدین سے معافی مانگ لے کہ آج میں تھکا ماندہ تھا یا مجھے صدمہ یا غم تھا یا میں پریشان تھا، اس وجہ سے میری زبان میں کچھ تیزی آگئی، میں معافی چاہتا ہوں، اللہ کے لئے مجھے معاف کر دیجئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معافی مانگ لو:

﴿فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا﴾

جو بندے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی خطا کو معاف کر دیتا ہے۔

والدین کی وفات کے بعد ان کے فرماں برداروں میں شامل ہونے کا طریقہ

اب رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے والدین کو ستایا تھا اور اب والدین انتقال کر چکے ہیں تو وہ لوگ کیا کریں؟ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جن کے ماں باپ انتقال کر گئے ہوں اور ان سے ماں باپ کے حقوق میں کوتاہی ہوگئی ہو اور والدین اپنی حیات میں ان سے

ناراض تھے تو اب ان کو راضی کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ اس کا بھی نسخہ سن لیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جس کے ماں باپ دونوں کا یا ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اور اس نے زندگی میں ان کو ستایا ہو لیکن بعد میں ہدایت ہو گئی ہو اور اس نے توبہ کر لی ہو تو وہ نافرمان اولاد ان کے لئے دعائے رحمت و مغفرت کرتی رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ماں باپ کے فرمانبرداروں میں لکھ دیں گے۔ حدیث شریف میں وعدہ ہے۔

یہ حدیث بھی آپ حضرات کے سامنے پیش کر دی تا کہ کسی کو مایوسی نہ ہو۔ ہوسکتا ہے یہاں کوئی ایسا شخص ہو جس نے والدین سے گستاخی کی ہو اور وہ اس سے ناراض دنیا سے گئے ہوں تو وہ بھی تلافی کر سکے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اپنے لئے بھی اور والدین کے لئے بھی اور ان پر رحمت و سلامتی وغیرہ کی دعا کرتا رہے، پوری زندگی ان کو ایصالِ ثواب کرتا رہے، نفلی عبادات سے بھی اور مالی صدقات سے بھی، صدقہ خیرات کرتا رہے، تلاوت سے ایصال ثواب کرے، قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر کثرت سے ان کی روح کو ثواب پہنچائے تو اسے ماں باپ کے فرماں برداروں کے رجسٹر میں لکھ دیں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے۔ سبحان اللہ! کیا اللہ کی رحمت ہے کہ کسی حال میں بندوں کو مایوس نہیں کیا۔

والدین کی وفات کے بعد ان کا حق ادا کرنے کا نسخہ

اسی طرح ایک اور حدیث ہے جسے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں نقل کیا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مرتبہ مندرجہ ذیل دعا پڑھنے کے بعد یوں دعا کرے کہ اے اللہ! اس دعا کا ثواب میرے ماں باپ کو پہنچا دے تو اس نے اپنے والدین کا حق ادا کر دیا اور وہ دعا یہ ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ النُّوْرُفِي السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ))

(عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، ج:۳،ص:۱۷۶،دار الکتب العلمیۃ)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، جو سب آسمانوں کا رب ہے اور جو پوری زمین کا رب ہے، تمام جہانوں کا رب ہے، آسمانوں اور زمین میں صرف اسی کی بڑائی ہے اور وہ غالب ہے، حکمت والا ہے، تمام تعریفیں اس اللہ ہی کے لئے ہیں جو کل آسمانوں کی پرورش کرنے والا ہے اور جو تمام زمین کی پرورش کرنے والا ہے، ربُ العالمین ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بزرگی ہے اور وہ زبردست ہے، دانا ہے، وہی ایسا بادشاہ ہے جو تمام آسمانوں کا پروردگار ہے اور تمام زمین کا پروردگار ہے اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور آسمانوں اور زمین میں صرف اسی کا نور ہے، اور وہ غالب ہے، دانائی والا ہے۔ بس مضمون ختم ہوگیا، آج کا مضمون ماں باپ کے حقوق کے بارے میں تھا۔

حقوق العباد کا خیال رکھئے

اب کچھ ضروری باتیں سنئے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جو خواتین یہاں بیان سننے آتی ہیں ان کے لئے تین کمرے ہیں جہاں چٹائیاں بچھی رہتی ہیں لیکن جو خواتین پہلے پہنچ جاتی ہیں وہ کمروں میں کافی پھیل پھیل کر بیٹھ جاتی ہیں، جب بعد کی عورتیں آتی ہیں تو ان بیچاریوں کو سیڑھیوں پر بیٹھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا خواتین سے گذارش کی جاتی ہے کہ اللہ کے لیے مل مل کر بیٹھو تاکہ دوسری عورتوں

کو جگہ مل جائے۔مل مل کر بیٹھنے میں ثواب زیادہ ہے۔اسی طریقے سے یہاں مردوں کو بھی مل مل کر بیٹھنا چاہئے، یہ حکم مردوں کے لیے بھی ہے، ورنہ کہیں خواتین کہیں کہ شاید ہمارے لیے ہی یہ حکم ہے، پتا نہیں مسجد میں مرد کیسے پھیل پھیل کر بیٹھے ہوں۔ان میں مقابلے کی بڑی عادت ہوتی ہے۔

مرد وعورت کی مساوات کا نعرہ غیر اسلامی اور خواتین پر ظلم ہے

بعض خواتین کہتی ہیں کہ مردوں اور عورتوں میں مساوات ہونی چاہئے،لیکن میں آپ خواتین سے کہتا ہوں کہ مساوات کرنا،عورتوں کو مردوں کے برابر کرنا ناممکن ہے لیکن آخرت کے اجر وثواب میں برابری کیا عورتیں مردوں سے آگے بھی نکل سکتی ہیں،اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے بہت سی خواتین جنت میں ایسی جائیں گی کہ مرد للچا کر رہ جائیں گے اور بہت سی خواتین اتنی بڑی ولی اللہ ہیں کہ اپنے زمانے کی رابعہ بصریہ ہیں، لہٰذا خواتین سے کہتا ہوں کہ ان سے دُعائیں حاصل کرو،حقیر مت سمجھو، ان کا تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ ہے، کیونکہ وہ بے کس ہیں،ضعیف ہیں، گھروں میں بند ہیں لیکن آج کل کے انگریزی تعلیم والے کہتے ہیں کہ ان کو بالکل مردوں کے دوش بدوش رکھو، مردوں کے برابر ان کو پی۔اے P.A بھی بناؤ، دفتروں میں بھی جگہ دو، پان کی دکان پر بھی بٹھاؤ تا کہ پان زیادہ بکے اور صابن کے لیبل پر بھی ان کی شکل بنا دو تا کہ صابن کی زیادہ خریداری ہو اور صَرف کے ڈبوں پر بھی ان کی تصویر لگا دو۔ یہ ہماری ماؤں بہنوں پر بہت بڑا ظلم ہے، انگریزوں نے ہماری مسلمان عورتوں کو ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔مسلمان کارخانے والے بھی ڈبوں پر عورتوں کی شکل بنا دیتے ہیں، یہ اپنی ماں بہنوں کو ذلیل کر رہے ہیں، یہ

اس بات سے توبہ کریں اور شکلیں وہاں سے ہٹائیں، دریا اور کاغان وغیرہ کے پہاڑ بنادو، کشمیر کے درختوں کو بنادو۔ شرم بھی نہیں آتی کہ جن ماؤں کے پیٹ سے نکلے، انہی ماؤں کو ذلیل کررہے ہیں۔ اس لیے گذارش ہے کہ عورتوں کو مردوں کے برابر کھڑا کر کے ان کی عزت کو پامال نہ کرو، اس لئے کہ عورت کو اللہ نے عورت بنایا ہے، اس کو عزت عطا فرمائی ہے، اولیاء اللہ کی مائیں بنایا ہے، صحابہ کی مائیں بنایا ہے، نبیوں کی مائیں بنایا ہے، کیا عورتوں کے لیے یہ کم عزت ہے؟ بولیے صاحب! لہٰذا بالکل مردوں کے برابر کردینے والی انگریزی خوانوں کی، سائنس دانوں کی، نادان مسٹروں کی جو قوم ہے وہ سخت حماقت میں مبتلا ہے لیکن میں سب مسٹروں کی بات نہیں کررہا ہوں، بہت سے مسٹر ایسے ہیں جن کے سینوں میں اللہ کی محبت وعظمت ہے، وہ دین سیکھ رہے ہیں، وہ میری مراد نہیں ہیں، میری مراد وہ ہیں جو دین سے دور ہیں، جو کہتے ہیں کہ صاحب! عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش رہنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں: فقہاءِ کرام لکھتے ہیں کہ عورت کے لیے گھوڑے کی سواری جائز نہیں ہے، مکروہ ہے، کیونکہ اس کی پیٹھ پر بیٹھنے سے عورتوں کے نازک مقامات کو نقصان پہنچتا ہے۔ ان کو بتاؤ کہ کہاں سے ہم تمہیں برابر کرلیں؟

خواتین کی دین داری کی اہمیت اور فوائد

تو میں عرض کررہا تھا کہ بھئی! تمام خواتین مل مل کر بیٹھیں تا کہ بعد میں آنے والی خواتین کے لیے جگہ ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ مرد حضرات کو اپنے ساتھ اپنی خواتین کو اور اپنے بچوں کو بھی اور جو بڑے لڑکے ہیں ان کو بھی دینی مجالس میں لانا چاہیے، ورنہ تو نہ یہ خود دین پر چلیں گے اور نہ ہی تمہیں چلنے دیں گے۔

ایک شخص نے ہمت کی اور پوری ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ لی جو کہ واجب ہے، وہ یہاں آتے بھی ہیں تو فوراً ان کی بیوی نے اعتراض کردیا کہ آہ! کیا شکل بنارکھی ہے؟ تین سال تک ان کی بیوی لڑتی رہی کہ تم نے کیوں ڈاڑھی رکھ لی؟ حالانکہ اس کے باپ کی بھی ڈاڑھی تھی لیکن واہ رے ہمت! کہ وہ ڈٹے رہے، کچھ نہیں کہتے تھے، مجھ سے مشورہ لیا، میں نے کہا: بولو مت، زیادہ بولو گے تو روٹی بھی نہیں پاؤ گے، خاموشی سے سن لیا کرو اور کان دبا کر باہر چلے جایا کرو۔ اگر دُم ہوتی تو میں کہتا دُم دبا کر، کیونکہ دُم نہیں ہے لہٰذا کان دبا کر باہر چلے جاؤ۔ تین سال کے بعد اب وہ خاموش ہوئی ہے، تھک گئی کہتے کہتے، بس آپ ڈٹے رہیں تو ان شاء اللہ کام بن جائے گا۔

اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اگر دین میں آسانی چاہتے ہیں تو اپنی بیبیوں کو بیان میں لائیں۔ اگر وہ ایک دفعہ کہہ دیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اپنے گالوں پر سجالو، مجھے کوئی اعتراض نہیں، تم مجھے بہت اچھے لگو گے، میں اللہ کے نبیوں کی شکل میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں تو سچ کہتا ہوں ان کا ایک جملہ ہمارے سو وعظ سے زیادہ اہم ہوگا اور ویسے بھی چونکہ شوہر کو ان سے محبت ہوتی ہے اس لئے وہ ان کی بات مان لے گا۔ بعض لوگوں کو بیوی کی محبت کی وجہ سے بیوی کی بات سن کر عمل کرنے میں خاصہ ملکہ حاصل ہوتا ہے، اگر وہ ملکۂ گھر، ملکۂ خانہ یہ کہہ دے کہ میرے پیارے شوہر! تم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیارا چہرہ بنالو، میں ایک مشت، ایک مٹھی ڈاڑھی کی اجازت دیتی ہوں، جتنا شریعت میں ضروری ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں بلکہ میری خواہش ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سے لوگ ڈاڑھی والے ہوجائیں گے۔ جس عورت کے کہنے سے شوہر ڈاڑھی رکھے گا اس عورت کو کہنے کا الگ ثواب ملے گا اور شوہر کے ڈاڑھی رکھنے کا الگ ثواب ملے گا۔

اور خواتین اپنے شوہروں کو دیندار بنانے کی کوشش کریں۔ خاص کر ڈاڑھی کے معاملے میں اپنے شوہروں سے کہو، درخواست کرو کہ میاں آپ ڈاڑھی رکھ لو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل بنالو، کیونکہ ہم تمہارے ساتھ قبر میں نہیں اُتریں گے، جب تمہارا قبر میں جنازہ اُترے گا تو اگر چہ ہم تمہاری بیوی ہیں لیکن قبر میں تمہارا ساتھ دینے سے مجبور ومعذور ہیں۔ زیادہ نہیں تین دفعہ یہ کہہ دیں کہ میاں ڈاڑھی رکھ لو تین دن کے ناغے سے، پھر تیسرے دن کہہ دیں، بس تین دن کافی ہیں، پھر ان شاء اللہ ان کی ریل گاڑی سیدھی ڈاڑھی کے جنکشن پر پہنچ جائے گی۔ میں ان عورتوں کو ضرور مبارک باد پیش کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہان میں جزائے خیر عطا فرما۔

اصلاحی مشورہ کے لئے خواتین کو خط وکتابت کی ترغیب

دوسرا مشورہ یہ ہے کہ بعض خواتین تعویذات کے لیے آتی ہیں اور میری بیوی بیچاری بیمار اکیلے ایک ایک گھنٹہ، دو دو گھنٹہ بیٹھی رہتی ہیں، کچھ پوچھنا ہو تو مجھے بلاتی بھی ہیں، مجھے اُٹھ اُٹھ کر جانا پڑتا ہے تو اگر ایسا ہو جائے کہ خواتین جوابی لفافہ کے ساتھ خط بھیج دیں اپنے حالات لکھ کر، مثلاً بیٹی کا رشتہ نہیں مل رہا ہے یا شوہر صاحب کی نگاہِ محبت میں کچھ کمی محسوس ہو رہی ہے، جو بات بھی ہے لکھ کر جوابی لفافے کے ساتھ بھیج دو اور لفافے پر:

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی

لکھ دیں جو میرے ہر وعظ میں لکھا ہوا ہے، جو لوگ وعظ لے جاتے ہیں ان کے پاس موجود ہے اور بس! ڈاک میں اپنا ایک لفافہ ڈال دیں، میں ان شاء اللہ ان کے خط میں تعویذ بھی رکھ دوں گا، سارا طریقہ پڑھنے پڑھانے کا بھی لکھ دوں گا، تو یہ ان کا آنا جانا، پریشان ہونا، اس سے وہ بھی بچیں گی اور ہم لوگ بھی بچ جائیں گے۔

خواتین کی خط و کتابت محرم کی اجازت سے ہو

مگر خط پر اپنے والد کے یا شوہر کے یا اپنے سگے بھائی کے دستخط ضرور کرادو۔ والد، شوہر یا بھائی کے دستخط کے بغیر پیر سے بھی براہِ راست خط و کتابت کرنا ہمارے بزرگوں نے پسند نہیں کیا، منع فرمایا ہے، کیونکہ وہ نامحرم ہے، اس معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ ایک عورت نے جو حکیم الامت کی مریدنی تھی حکیم الامت کو اتنا لکھ دیا کہ ''مجھے آپ سے بڑی محبت معلوم ہوتی ہے''، حالانکہ اللہ کے لئے جو محبت ہوتی ہے اس کو لکھا تھا لیکن ہمارے اکابر کی احتیاط دیکھئے کہ حضرت نے وہیں لکھا کہ آیندہ سے محبت کا لفظ مت استعمال کرنا، اگر لکھنا ہی ہو تو یہ لکھنا کہ ''مجھے آپ سے بڑی عقیدت معلوم ہوتی ہے۔'' دیکھا! محبت اور عقیدت میں فرق۔ دیکھئے ہمارے بزرگوں نے اپنے نفس کی کتنی احتیاط کی ہے۔

اصلی خانقاہ اور نقلی خانقاہ

الحمدللہ ہمارے ہاں جعلی پیروں کی طرح معاملہ نہیں ہے کہ عورتیں بھی بیٹھی ہیں اور مرد بھی ساتھ بیٹھے ہیں، پیر صاحب دولہا بنے ہوئے، بال بڑے بڑے رکھے ہوئے، قلوپطرا لگائے ہوئے عورتوں کو دیکھ بھی رہے ہیں اور ان سے ٹانگ بھی دبوا رہے ہیں۔ ہماری خانقاہ الحمدللہ ان گندگیوں سے پاک ہے۔ یہ حکیم الامت تھانوی کی خانقاہ ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں کی خانقاہ ہے، یہاں شریعت وسنت کے مطابق کام ہوتا ہے۔ ہم ایسے تصوف سے باز آئے جس میں شریعت کے ایک بھی قانون کو یا ایک ذرۂ سنت کو ذرہ بھر نقصان پہنچے، میں ایسے تصوف کو جائز ہی نہیں سمجھتا، ایسی خانقاہ خواہ مخواہ ہے اور ایسا پیر اور شاہ صاحب جو ہے وہ شاہ صاحب نہیں ہے بلکہ سیاہ

صاحب ہے، جس کے لئے میرا شعر ہے ؎

سارے مرغے یہ خبر سن کے سہم جاتے ہیں
جب یہ سنتے ہیں کہ بستی میں کوئی پیر آیا

ہم جہاں جاتے ہیں خالص اللہ کی محبت کا درد پیش کرنے جاتے ہیں، اللہ مجھے عطا کرے، پہلے اختر محتاج ہے پھر میں اس دردِ محبت کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سارے عالم میں نشر کرنا چاہتا ہوں، دنیا کیا چیز ہے؟ دنیا تو اگر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

اب دُعا کیجیے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ جو لوگ بھی آئے ہیں مرد حضرات جو مسجد میں ہیں اور جو خواتین ہمارے گھر میں ہیں اور اختر کو اور ہمارے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ صاحب نسبت کردے، ان کی جھولیوں کو اپنی محبت کے درد سے بھر دے۔ یا اللہ! آپ کی رحمت سے کوئی محروم نہ جائے، جو درد بھرا دل آپ اپنے اولیاء اور دوستوں کو عطا فرماتے ہیں ہم سب کے قلب وجان کو اپنی رحمت سے، اپنے کریم ہونے کے صدقے میں عطا فرما کر ہم سب کی اصلاح فرما دیجیے، ہمارے گھر والوں کی اصلاح فرما دیجیے۔ بعض خواتین اپنے شوہروں کے لیے دُعا کے لیے کہتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے شوہروں کو بھی دین دار صاحب نسبت بنادے اور ہماری تمام جائز مرادیں اور نیک مرادیں پوری فرمادے، دنیا بھی بنادے اور آخرت بھی بنادے۔ یا اللہ! ساسیں اپنی بہوؤں کو بیٹیاں اور بہوئیں اپنے ساسوں کو مائیں سمجھیں اور بیٹے بھی ماں باپ کی مجبوریاں اور کمزوریاں سوچیں اور بیٹے کو، بہو کو بھی توفیق عطا فرما کہ وہ اپنی بہو سے آرام لینے کے لئے اور بیٹے اپنی اولاد سے عزت اور آرام لینے کے لئے ماں باپ کی خدمت وعزت کریں اور ہم تو کہتے ہیں کہ اپنے بڑوں کی عزت واکرام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی برائیوں سے

بچائیں، اللہ والی زندگی عطاء فرمائیں، نفس وشیطان کی غلامی سے نکالیں۔ اے ہمارے رب! آپ نے قرآن میں ہمیں فقیر فرمایا ہے اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور ہمارے ہاتھوں کو پیالے کی شکل دے کر آپ نے ہمیں اپنے در کا سائل اور فقیر بنایا ہے اس لئے ہم آپ کا دیا ہوا پیالہ آپ کے سامنے پھیلا رہے ہیں کہ ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرما، اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرما اور اپنے نافرمان بندوں کے ذوق سے بچا، نافرمانوں کے گندے خیالات، سوچ اور فکروں سے ہمارے دل و دماغ کو پاک کردے، اے اللہ! جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے ہمارے دل کو متنفر فرما دیجئے اور جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں انہیں ہم کو نصیب فرما دیجئے، دونوں جہاں کی فلاح ہم سب کو نصیب فرما دیجئے۔ ہم میں سے جن کے ہاں بھی کوئی بیمار ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اور ہم سب کو شفاء کامل عاجل نصیب فرمایئے اور جن کی جو جائز حاجتیں ہیں اللہ تعالیٰ سب پوری فرمایئے۔ جو بیٹی کا رشتہ نہ آنے سے پریشان ہو یا جس قسم کا بھی غم ہو اس کی تمام پریشانیاں اور غموں کو دور فرما دیجئے۔ اے اللہ! ہم سب کو اولیاء صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دیجئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو مخلوق پر ظاہر نہ کیجئے، پاکستان کی مملکت کو اللہ! فلاحی مملکت بنا دے، اللہ! اس ملک کو مضبوط کردے اور سارے عالم کے مسلمانوں کو عافیت دارین نصیب فرما، یا اللہ! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں جتنی دعائیں خیر کی مانگی ہیں وہ تمام خیریں ہمیں بھی عطا فرما دیجئے اور جن شرور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے یا اللہ! ان تمام شرور سے ہمیں بھی پناہ عطا فرما دیجئے، آمین۔

بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ضمیمہ

آیت: رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا... الخ کے لطائف ومعارف

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا کہ
قُلۡ آپ کہیے:

﴿رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا﴾

(سورۃ بنی اسرائیل، اٰیۃ:۲۴)

اے میرے ربّ! میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے۔ سکھانے والا بھی کیسا ہے۔ سکھانے والا بھی بے مثل ہے، علم بھی بے مثل ہے اور جس کو سکھا رہا ہے وہ بھی بے مثل ہے۔ بتایئے! کوئی مثل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دعا سکھائی جائے گی وہ کتنی اہم ہوگی۔

اور ماں باپ کے لئے رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا فرمایا کہ اے میرے ربّ! میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے لئے كَمَا رَبَّيٰنِىۡ فرمایا کہ جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا۔ تو پالنے کے بدلے میں رحمت کی دعا کیوں سکھائی؟ یہ نہیں سکھایا کہ یوں کہو: یا اللہ! آپ ان کو پالیں جیسا کہ انہوں نے بچپن میں ہمیں پالا، بلکہ فرمایا کہ یوں کہو کہ ان پر رحمت نازل فرما جیسا کہ انہوں نے ہمیں رحمت سے پالا۔ بتایئے کہ پالنے میں رحمت شامل ہے کہ نہیں؟ چھوٹے بچے سے ماں باپ کو کتنی محبت اور رحمت ہوتی ہے۔ اس لیے ان کی رحمت کے بدلہ میں ہم کو رحمت کی دعا سکھائی کہ اے خدا! آپ بھی ان پر رحمت نازل کیجیے، کیونکہ ان کے پالنے میں رحمت شامل تھی، انہوں نے چُھٹ پنے میں، یعنی جب ہم چھوٹے سے تھے لڑکپنے میں اور بچپنے میں ہم کو پالا جب ہم معذور

تھے۔ چُھٹ پن میں، بچپن میں، لڑکپن میں ہمیں ماں باپ کے سوا دنیا میں کوئی پالنے والا نہ تھا، دیکھو! میں نے صَغِیْرًا کے تین ترجمے کئے ہیں، تین لغت استعمال کی ہیں، چُھٹ پنا، بچپنا، لڑکپنا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا کہ آپ کہئے رَبِّ ارْحَمْهُمَا اے ہمارے ربّ! ان پر رحم فرمایئے۔ یہ نہیں سکھایا کہ یا اللہ آپ ان کو پالئے جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا۔ ان کو پالنے کی دعا کیا کرنا، اللہ تعالیٰ ان کو پال چکے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو پالا ہے۔ ہاں! وہ اپنے ماں باپ کے لیے رَبِّ ارْحَمْهُمَا دعا کریں، اس لیے کہ ان کو بھی تو کسی نے پالا ہے، ورنہ وہ بغیر پالے ہوئے جوان کیسے ہو گئے، ان کو ان کے ماں باپ نے پالا ہے۔ واسطۂ تربیت کی بات ہو رہی ہے ورنہ اصل پالنے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں اور رَبِّ ارْحَمْهُمَا فرما کر ماں اور باپ دونوں کا ذکر کیا، اس لئے دونوں برابر ہیں۔

اور كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا میں سب لوگ داخل ہیں، کوئی اس سے خارج نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ بغیر پالے ہوئے جوان کیسے ہوئے؟ کوئی آدمی ایسا نہیں نکلے گا جو کہہ دے کہ بھئی! ہم کو تو ماں باپ نے پالا ہی نہیں ہے۔ لٰہذا ماں باپ کے لیے دعا کرو اور دادا کے لئے بھی دعا کرنا چاہیئے، کیونکہ اگر دادا نہ ہوتے تو بابا کہاں سے آتے۔ تم اپنے دادا کو دیکھتے ہی ہو، تمہارا باپ انہیں بابا کہتا ہے کہ نہیں؟ تو جب بابا کے لئے دعا کرو تو دادا کے لئے بھی دعا کرو۔ بتاؤ یہ کیسے علوم ہیں، یہ سب کہیں لکھا ہوا تھوڑی ہے بس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دے دیتا ہے۔

بچپن یاد دلانے کا راز

اور كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا میں ہمارا بچپن ہمیں یاد دلا دیا۔ اس یاد

دلانے سے معلوم ہوا کہ دنیا میں بھلانے کے اسباب ہیں، اسی لئے اللہ نے یاد دلایا، اگر بھولنے کے اسباب نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کیوں یاد دلاتے؟ اگر خود ہی ہر آدمی اپنا بچپن یاد کر سکتا اور کبھی نہ بھولتا تو اللہ تعالیٰ بلا وجہ کیوں یاد دلاتے؟ معلوم ہوا کہ بھولنے کے اسباب ہیں، آدمی بھول سکتا ہے، اللہ کا یاد دلانا بلا وجہ تھوڑی ہے۔ جہاں بھولنے کا امکان ہو وہاں یاد دلایا جاتا ہے کہ دیکھو ہوشیار رہنا۔ اگر کوئی چیز ایسی ہے جس کو بھول نہیں سکتا تو اس کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔ جیسے آپ کے دو کان ہیں، جن میں ایک ایک سوراخ ہے اور ایک ناک ہے، جس میں دو سوراخ ہیں اور دو آنکھیں ہیں۔ اب کیا ان چیزوں کو یاد دلانے کی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ ہیں ہی سب کے پاس، ان کو بھول نہیں سکتا، مگر صَغِیْرا جب کَبِیْرا ہو جاتا ہے، تو کبیر صغیر کو کیسے یاد کرے گا؟ یہ اسے مشکل معلوم ہوتا ہے، اس لئے وہ اسے یاد بھی نہیں کرتا۔ جب چھوٹا سا بچہ، پانچ چھ فٹ کا ہو کر بڑا ہو جاتا ہے تو اپنا بچپنا یاد نہیں رکھتا، کیونکہ صغیر، کبیر ہو گیا، چھوٹا بڑا ہو گیا اور بچپن کا وہ زمانہ گذر گیا۔ بس سمجھ لیجیے کہ والدین کی جس محبت و رحمت کو اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا وہ کتنی اہم ہوگی۔

بس کیا کہوں کہ ماں باپ تو بچپن میں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں لیکن نالائق اور بدتمیز لوگ اپنا بچپنا بھول جاتے ہیں اور ماں باپ سے خوب لڑتے ہیں۔ جب لڑکا جوان ہوتا ہے تو سینہ تان کر چلتا ہے، اور ماں باپ کی بڑھاپے کی کمزوریاں اور ان کے احسانات یاد نہیں رہتے۔ کیا اولاد آسانی سے پل جاتی ہے؟ اپنی ماں سے پوچھو کہ اس نے تمہیں کیسے پالا ہے، جب تم چھوٹے سے تھے تب انہوں نے تمہاری کیسی پرورش کی۔ جب بچہ بستر پر پیشاب کر دیتا ہے تو جاڑے میں پیشاب سے بھیگے ہوئے حصے پر ماں خود سوتی ہے کہ اگر میرا بچہ بھیگا رہے گا تو اسکو بخار آ جائے گا، زکام ہو جائے گا اسی لئے سوکھی جگہ پر بچے کو

سلاتی ہے اور گیلی جگہ پر خود سوتی ہے، خود تکلیف اٹھا لیتی ہے لیکن بچہ کو تکلیف نہیں پہنچنے دیتی، پھر بھی بہت سے لوگ بڑے ہو کر ماں باپ کی پرورش اور سالہا سال ان کا بچہ کو پیشاب پخانہ کرانا بھول جاتے ہیں۔

جب نو عمری میں شادی ہوتی ہے تو بیوی سے بڑھ کر کوئی نہیں معلوم ہوتا، اس کے حسن اور چمک دمک سے آدمی متاثر اور مغلوب ہو جاتا ہے، ایک غیر شعوری جادو ہو جاتا ہے، جو محسوس بھی نہیں ہوتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت یاد دلائی۔ خالق سے بڑھ کر اپنی مخلوق کو کون یاد کرا سکتا ہے۔

بیوی کیا ہے؟ مٹی کا کھلونا ہے لیکن اس کھلونے سے بڑے بڑے امتحان ہوتے ہیں، بیوی سے بات چیت ہو رہی ہے، لیکن جماعت کھڑی ہے، دل چاہتا ہے کہ بیوی سے باتیں ہی کرتا رہے، اب امتحان ہے کہ بیوی سے لگا رہتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے لئے دوڑتا ہے۔ کبھی بیوی نے کہہ دیا کہ میرے لیے زیور لے آؤ لیکن پیسہ ہی نہیں ہے، سود پر قرضہ لیا اور اس کی فرمائش کو پورا کرنے کے لیے زیور لینے چلے گئے، نہ جائز دیکھا، نہ ناجائز دیکھا، بس بیوی خوش ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بھی پرواہ نہ کی، شروع شروع میں اس کی بہت زیادہ محبت دل میں محسوس ہوتی ہے کہ جائز ناجائز کا بھی ہوش نہیں رہتا الا ماشاء اللہ۔ ایسے لوگ کم ہیں جو سب کا حق ادا کریں، ماں کا حق بھی دیکھیں، بیوی کا حق بھی دیکھیں اور باپ کا حق بھی دیکھیں، ورنہ زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ نئی نئی شادی ہوئی اور بیوی کے عشق و محبت کا جادو ہو گیا اور اپنے ماں باپ کو بھول گیا۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ساس اور بہو میں کچھ نہ کچھ ان بن رہتی ہے مگر بعض ساس بہو ایسی ہیں کہ ماں بیٹی کی طرح سے رہتی ہیں۔ لہٰذا بیوی کی بے جا

حمایت نہ کرو کہ ماں کے ساتھ زیادتی ہوجائے۔ ماں کے ساتھ بے ادبی نہ کرو، کوئی بات سمجھانی ہوتو ان کو پیار ومحبت اور ادب سے سمجھاؤ۔

ایک عبرت ناک واقعہ

بمبئی میں ایک مولوی صاحب تھے جو میرے پیر بھائی تھے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ سے بیعت تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب میری شادی ہوگئی تو میں بیوی کے حسن سے اتنا متاثر ہوا کہ میں ماں اور بیوی کے جھگڑے میں بیوی کی بے جا حمایت کرتا تھا کہ دیکھو اماں! جیسے تم اپنی بیٹی کو چاہتی ہو ایسے ہی اس کو بھی چاہو۔ بس بات بات میں ماں بیٹے میں لڑائی ہوتی تھی۔ تو ایک دن انہوں نے کسی بات پر ماں کو جھڑک دیا، ماں کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا کہ اللہ تجھ کو کوڑھی کر کے مارے اور اللہ تجھ کو میرے جنازے میں شریک نہ کرے، تو اپنے ہاتھوں سے میرا جنازہ نہ اٹھا پائے۔ یاد رکھو ماں باپ کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے، وہ صاحب بمبئی میں مجھے ملے، ماں کی دعا قبول ہوگئی تھی، ان کی تمام انگلیوں میں کوڑھ ہوگیا تھا اور انگلیوں سے ہر وقت مواد رستا رہتا تھا۔ بے چارے روکر کہتے تھے کہ ماں نے دو بددعائیں کی تھیں دونوں لگ گئی ہیں، کوڑھ بھی ہوگیا اور میں اپنی ماں کے جنازے میں بھی شریک نہ ہوسکا، حالانکہ بہت نیک آدمی تھے۔ اتنے نیک تھے کہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کے خلیفہ ہیں۔

لہٰذا اس چیز سے ہوشیار رہنا چاہئے کہ ماں کا دل نہ دکھنے پائے۔ اب یہ صبر کا امتحان ہے، ماں کمزور ہے، بڑھاپا ہے لیکن بس سے اتارنے کے لئے بیوی کو پکڑ رہا ہے اور ماں کو نہیں پکڑ رہا۔ یہ کیا بات ہے؟ ماں کو پکڑنا چاہیے، بیوی تو نوجوان ہے وہ خود بس سے اتر جائے گی۔ ایسے موقع پہ ماں کو ترجیح دو۔

(روتے ہوئے فرمایا کہ) ماں باپ کی خدمت کرو، بیوی کو سمجھاؤ کہ ماں نے بچپن میں مجھے پالا ہے، جب ایک ہاتھ کا چھوٹا سا تھا، لہٰذا میری ماں کا دل دکھنے نہ پائے، چاہے مجھ سے بدسلوکی کرلو لیکن میری ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، میری ماں نے مجھے پالا ہے، میں ماں کا حق کبھی ادا نہیں کرسکتا۔

ماں اور بیوی دونوں کے حقوق ادا کریں

لہٰذا جب شادی ہوجائے تو ماں کا حق اور بیوی کا حق دونوں کو سامنے رکھنا چاہیے اور یہ دونوں کا حق ادا کرنا اللہ والوں سے سیکھنا پڑتا ہے۔ آج کل ہمارے گھروں میں جب لڑکیاں شادی ہوکر آتی ہیں تو اکثر ساسیں بہوؤں کو بہت تنگ کرتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ بہو نہیں خادمہ ہے۔ گھر کا سارا کام اس کے ذمہ لگادیا جاتا ہے، یہاں تک کے برتن دھونے سے لے کر دیور اور جیٹھ کے کپڑے دھونے تک سب کام اس سے کروائے جاتے ہیں، دیور اور جیٹھ جنہیں احادیث مبارکہ میں عورت کے لئے موت فرمایا گیا ہے بیوی سے ان کی خدمت کرانا کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہے، حالانکہ شریعت نے ضابطہ یہ رکھا ہے کہ بیوی کے ذمہ پورے گھر والوں کی خدمت نہیں ہے، اور یہ بھی ضابطہ رکھا ہے کہ اگر ساس بہو میں نہیں بنتی تو بیوی کو الگ گھر لے کر دینا شوہر پر واجب ہے، یہ بیوی کے حقوق میں سے ہے، اگر نہیں دے گا تو ظالم ہوگا۔

شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ نان نفقہ اور مکان اپنی حیثیت کے مطابق بیوی کو دے، اگر بالفرض بیوی یہ کہہ دے کہ میں گھر کا کام نہیں کرتی، مجھے روٹی لاکر دو تو شوہر کے ذمہ روٹی لانا واجب ہے، وہ اسے گھر کے کام کاج پر مجبور نہیں کرسکتا لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے، کیونکہ ضابطہ کے حق کے ساتھ رابطہ کا بھی حق ہے، اور وہ یہ ہے کہ جیسے بیوی کبھی بیمار ہوجاتی ہے تو شوہر اس کا علاج کراتا

ہے یانہیں؟اسی طرح بیوی کا علاج کرانا شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ کراتا ہے، کیونکہ بیوی بھی صرف ضابطہ کا حق ادانہیں کرتی، رابطہ کا حق بھی ادا کرتی ہے۔مثلاً شوہر کے لئے اور گھر کے لئے کھانا پکادیتی ہے، گھر کا کام کاج کردیتی ہے یہ اس کا حقِ رابطہ ہے مگر شریعت کے ضابطہ کی رو سے اس کے لئے ضروری نہیں۔مگر آج کل معاملہ یہ ہے کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ گھر بھر کی خدمت کرنا بیوی کے ذمہ ہے جو سراسر غلط اور ظلم ہے۔

ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بیوی پر ظلم کرے۔اس لئے جب یہ دیکھے کہ بیوی میری ماں کی وجہ سے تکلیف میں ہے تو اس تکلیف سے نجات دلانا شوہر کے ذمہ واجب ہے۔اس سے غفلت بہت بڑا ظلم ہے، کیونکہ بیویوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں سفارش فرمائی ہے کہ:

﴿عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

(سورۃ النسآء، اٰیۃ:۱۹)

اپنی بیویوں سے بھلائی کے ساتھ پیش آؤ۔لہٰذا دونوں کے حقوق کا خیال رکھو اور اس کے لئے کسی اللہ والے سے مشورہ کرتے رہو۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ جب آدمی کی شادی ہوتی ہے تو بیوی کو پا کر ماں باپ کو بھول جاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی پرورش کو یاد دلایا کہ یاد کرو کَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھے پالا ہے، اپنا بچپن نہ بھولو، اسی لئے کہ بھولنے کا امکان ہے۔اگر بھولنے کا امکان ہی نہ ہوتا تو کسی غیر ممکن کام کے لیے اللہ تعالیٰ بندوں سے کیوں فرماتے، اس سبق کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔لہٰذا سکھایا کہ یوں دعا کرو کہ اے اللہ! آپ نے ہمارے اوپر فضل فرمایا کہ ہمارے ماں باپ کے دل میں رحمت ڈال دی کہ انہوں نے ہمیں پالا

اب ماں باپ معذور ہو گئے، بوڑھے ہو گئے، تو اے اللہ تعالیٰ! اب آپ ہمارے ان ماں باپ پر رحم فرمائیے، اس لئے کہ ہم ماں باپ کی خدمت کا حق ادا نہیں کر سکتے، بس ان کی راحت رسانی کی مقدور بھر کوشش کر لیتے ہیں، تو کیونکہ ہم ان کی خدمت کا پورا حق ادا نہیں کر سکتے لہٰذا آپ ہی سے دعا کرتے ہیں کہ آپ اپنے کرم کے شایانِ شان ان پر رحمت نازل فرمائیے۔

بچپن کو یاد کرو کہ ماں باپ نے تمہیں کس طرح پالا ہے، اِس وقت تو تم سینہ تان کے چل رہے ہو اور بات بات میں ماں باپ کو جھڑک دیتے ہو کہ ماں باپ کو کیا ہو گیا ہے، ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں کہ فلاں کام کرو، فلاں نہ کرو، جان آفت میں ڈال رکھی ہے، ماں باپ سے بے ادبی کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾

ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے اولاد کو یہ نہیں فرمایا کہ اب تم ماں باپ پر رحم کرو۔ کیونکہ اب وہ بوڑھے ہو گئے، لہٰذا تم ان کو پالو جیسا کہ انہوں نے تمہیں پالا ہے۔ نہیں، بلکہ یہ سکھایا کہ اے پروردگار آپ ان پر رحمت نازل کیجیے، آپ ماں باپ کو خوشحالی دیجیے، آپ ہی دے سکتے ہیں، ہم نہیں دے سکتے، یہ عاجزی سکھائی کہ ہم کیا دے سکتے ہیں؟ آپ ہی دیتے ہیں۔ دیکھئے! کیسا علم ہے یہ۔ بھئی اگر اللہ تعالیٰ حلوہ کھلائے تب ہی تو ماں باپ کو ملے گا، ورنہ کیسے ملے گا؟

آیتِ مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کی مصلحت

اور اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا، یہ مضمون نبوت کو سکھایا تاکہ اہمیت معلوم ہو کہ مضمون اتنا اہم ہے کہ نبی کو یہ دعا سکھائی جا رہی ہے کہ قُل آپ یہ دعا

پڑھیے، حالانکہ پیغمبروں پر اللہ کا فضل ہوتا ہے، وہ معصوم ہوتے ہیں، وہ غلطی نہیں کر سکتے، وہ اپنا بچپن اور والدین کے احسانات نہیں بھول سکتے لیکن انہی کے ذریعہ سے امت کو بات پہنچائی جاتی ہے۔ بات ان کو کہی جاتی ہے لیکن امتی نشانہ ہوتا ہے کہ امتی یاد رکھے، بھولنے نہ پائے۔ نبی کے مخاطب اول صحابہ ؓ ہیں، جن کی اللہ سے نسبت اتنی قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمادیا:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

(سورۃ البینۃ، اٰیۃ:۸)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ صحابہ ؓ کی نسبت کتنی قوی ہے لیکن ان کو نبی کے ذریعہ خطاب کیا جارہا ہے اور ان کو تعلیم دی جارہی ہے کہ باوجود اتنے قوی النسبت ہونے کے ماں باپ کو نہ بھولنا، ان کے لئے دعا کرتے رہنا۔

آپ لوگ خوب سمجھ لیجئے؟ کہ جن کے ماں باپ زندہ ہیں ان کے لئے بھی دعا کریں اور جن کے زندہ نہیں ہیں ان کے لئے بھی دعا کریں۔ اگر کسی کے پیدا ہوتے ہی اس کے ماں باپ مر گئے، یعنی آج پیدا ہوا اور آج ہی مر گئے تو ان کے لیے بھی یہی دعا کرو، کیونکہ نو مہینے جو ماں کے پیٹ میں رہے تو ماں باپ دونوں کی پرورش کے زیر اثر رہے، لہٰذا انہوں نے بھی پالا ہے، پرورش کی ہے، ربوبیت میں وہ بھی شامل ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ ان کے لئے دعا کرتے رہو۔

لیکن اگر ماں باپ مسلمان نہ ہوں تو ان کے لئے دعائے رحمت اس معنیٰ میں کر سکتے ہیں کہ ان سے دنیوی تکالیف دور ہوجائیں اور ان کو ایمان کی دولت نصیب ہوجائے اور اگر والدین کفر و شرک پر انتقال کر چکے ہوں تو ان کے لئے دعائے رحمت جائز نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست کتب

☆......☆......☆

فہرست مواعظِ حسنہ